مسئلہ تقلید

عقل اور نقل کی روشنی میں

مولانا غلام رسول نقشبندی برکاتی

فاضل دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد

تقدیم

ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی

مکتبہ نوریہ خلیلیہ * حیدرآباد

آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ خلیلیہ، الائیڈ بنک روڈ لطیف آباد ۷

مسئلہ تقلید

عقل اور نقل کی روشنی میں

مسئلہ تقلید کیسے کتب

(۱) ضرورت تقلید
(۲) تقلید ائمہ اربعہ
(۳) پیغمبر خدا بطور قانون ساز
(۴) غیر مقلدوں کے فریب
(۵) اظہار حق
(۶) استفسار حق
(۷) مسئلہ رفع یدین مفتی سرور

مولانا غلام رسول نقشبندی برکاتی

فاضل دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد

تقدیم

ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی

مکتبہ نوریہ خلیلیہ ٭ حیدر آباد

آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ خلیلیہ، الائیڈ بنک روڈ لطیف آباد ۷

نام کتاب: مسئلہ تقلید عقل اور نقل کی روشنی میں
تصنیف: غلام رسول نقشبندی برکاتی
تقدیم: علامہ مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ
کتابت: افتخار احمد انجم
پروف ریڈنگ: حافظ محمد حماد رضا خاں نوری برکاتی
نگران طباعت: عادل میاں برکاتی
معاون نگراں: محمد حسان رضا خاں
اشاعت اول: رمضان ۱۴۱۵ھ / فروری ۱۹۹۵ء
تعداد: ایک ہزار
صفحات: اسّی
قیمت:

ملنے کا پتہ

۱۔ مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، دار العلوم احسن البرکات
شاہراہ مفتی محمد خلیل خاں حیدرآباد، فون: ۲۹۲۱۲۰
۲۔ جامعہ خلیلیہ برکاتیہ، الوحید کالونی، حالی روڈ حیدرآباد
۳۔ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی
۴۔ ضیاء الدین پبلیکیشنز، نزد شہید مسجد کھارادر، کراچی

آئینہ

انتساب

خلیل ملت، فقیہ اُمّت، سیدی و سندی، استاذ الاساتذہ، کاشف رموز شریعت، واقف اسرار طریقت، مفتئ اعظم سندھ و بلوچستان حضرت خلیل العلماء، مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری، نور اللہ مرقدہ کے ——— نام!

جن کے فضل و علم کی بدولت سندھ و بلوچستان، خصوصاً حیدرآباد کے رہنے والے، مسلک صحیحہ سے واقف ہوئے ———

جو حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی اور رضویت کا علمِ لافانی ہیں ———

جن کی تحریروں کی روشن شعاعوں سے آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں اجالا ہے اور مسلک حق کا بول بالا ہے۔

جن سے شرف تلمذ پر آج ہزاروں علماء کو فخر ہے ———

از: فقیر غلام رسول نقشبندی برکاتی غفرلہٗ

تقدیم

از: آبروئے اہلسنت حضرت علامہ مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الامین الکریم

ہمارے آج کے اس پرفتن دور میں، جبکہ ایک طرف لوگ اکیسویں صدی میں داخل ہونے کے نعرے بلند کر رہے ہیں اور اکیسویں صدی کے چکر میں، ہر وہ کام کرنے پر تلے ہوئے ہیں، جو ان کی تباہی و بربادی کے سامان فراہم کرے تو دوسری جانب دین و مذہب کو بھی لوگوں نے داؤ پر لگا دیا ہے ——— اور اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام کو یوں چھوڑا ہے کہ اب ان کو اپنے عقیدے بھی یاد نہ رہے اور دنیاوی تعیشات کی دلدل میں پھنس کر وہ ایسے مقام پر پہنچ چکے ہیں جہاں سے سلامتی کا کنارہ بہت دور و بعید ہے ———

ایسے میں دشمنان دین اور کائدین مذہب و ملت کو اپنے مکر و فریب کے جال پھیلانے کا بھی خوب موقعہ ملا ——— اور انہوں نے طرح طرح سے ایمان والوں خصوصاً بھولے بھالے سنیّوں کے ایمان پر ڈاکے ڈالنے شروع کر دیئے اور اپنی چکنی چپڑی باتوں اور میٹھی رسیلی چالوں سے گمراہ کرنا شروع کر دیا ———

اور گمراہی میں ایسی اعلیٰ کارکردگی دکھائی کہ ——— فقہاء ملت، ——— اور اکابر امت کے احسانات کا نہ صرف انکار کیا ——— بلکہ ان کی ذات پر طعن و تشنیع کے تیر پھینکنے شروع کر دیئے ——— اور ان کی خدمات جلیلہ کو، بدعت و شرک قرار دینے لگے ——— اور آیات قرآنیہ کے حصہ "اطاعت اُولی الامر" کی تصدیق

کے قولاً وعملاً منکر ہو گئے ___ ان کا یہ عناد اتنا بڑھا ___ کہ تقلید کا نہ صرف انکار کیا بلکہ تقلید ہی کو شرک قرار دیدیا ___ اور ظاہر ہے کہ ان کا یہ عمل خود ان کو ہی اسلام کے دائرے سے باہر نکال لے گیا اور وہ ملعون ازلی ابلیس رجیم کی جانب سے "تمغہ حسن ارتداد" کے مستحق قرار پائے ___ پھر بھی لطف کی بات یہ کہ، یہ غیر مقلدین یعنی تقلید کو حرام و شرک بتانے والے، جگہ جگہ ___ بات بات میں ___ امام بخاری اور امام مسلم کے حوالے مانگنے لگے، جبکہ یہ ائمہ بخاری ومسلم وغیرہ خود مقلد ہیں ___ اس عمل سے، تقلید کا انکار کرنے والوں کے ذہنی دیوالیہ پن کا ثبوت بخوبی عیاں اور واضح ہے ___

اہل اسلام کو، اِن کے مکر وفریب سے بچانے اور تقلید کے مسائل کو عام انداز میں سمجھانے کیلئے زیر نظر مقالہ میں فاضل گرامی عزیزی القدر مولانا غلام رسول نقشبندی برکاتی زید حبہ، نے نہایت اختصار کے ساتھ جامع دلائل نقل کئے ہیں۔ مقالے کے مطالعہ سے ان کی محنت کا اندازہ ہوتا ہے ___ اور ثابت ہوتا ہے کہ تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔ اور آج ہر مومن کیلئے تقلید لازمی ہے ___ اللہ تعالیٰ ان کی یہ کاوش قبول فرمائے اور اہل ایمان کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وائمۃ ملتہ اجمعین وسلم۔

فقیر قادری ابوحماد احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید
خادم الحدیث والافتاء، دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد

۲۸ رشعبان ۱۴۱۵ھ
۳۰ رجنوری ۱۹۹۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین

حقیقتِ تقلید

ائمہ دین اور اساطین امت کی تقلید یعنی مسائل جزئیہ اجتہادیہ میں ان پر اعتماد کر کے بغیر طلب دلیل ان کے قول کو تسلیم کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا" مذہب اسلام کا نہایت اہم اور ضروری مسئلہ ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک، اور آغاز اسلام سے اس کی ضرورت، اس درجہ تسلیم کی گئی کہ زمانۂ نبوت سے دوسری صدی کے اواخر تک، تقلید بصورت شخصی عام مسلمانوں میں رائج ہو چکی تھی۔ اور تیسری صدی کے آتے آتے تقلید شخصی اور غیر شخصی دونوں کا رواج ہو چکا تھا' اور پھر چوتھی صدی کے آخر میں تمام مسلمانوں میں تقلید شخصی پر اتفاق اور اجماع ہو گیا اور آج تک اس کا رواج امت محمدیہ میں بدستور چلا آرہا ہے۔

قرآن وسنّت میں بعض احکام تو ایسے ہیں جنہیں ہر معمولی پڑھا لکھا آدمی سمجھ سکتا ہے ان میں کوئی اجمال، ابہام یا تعارض نہیں ہے بلکہ جو شخص بھی انہیں پڑھے گا وہ کسی الجھن کے بغیر ان کا مطلب سمجھ لے گا۔ مثلاً قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔

لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً۔ (الحجرات، القرآن)
تم میں سے کوئی کسی کو پیٹھ پیچھے بُرا نہ کہے۔

جو شخص بھی عربی زبان جانتا ہو وہ اس ارشاد کے معنی سمجھ جائے گا اور چونکہ

اس میں نہ کوئی ابہام ہے اور نہ کوئی دوسری شرعی دلیل اس سے ٹکراتی ہے اس لئے اس میں کوئی الجھن پیش نہیں آئے گی۔

یا مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

لا فضل لعربیٍ علی عجمیٍ — کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں

یہ ارشاد بھی بالکل واضح ہے اس میں کوئی پیچیدگی اور اشتباہ نہیں ہر عربی داں بلا تکلف اس کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔

اس کے برعکس قرآن وسنت کے بہت سے ایسے مقام ہیں کہ جن میں کوئی ابہام یا اجمال پایا جاتا ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں جو قرآن ہی کی دوسری آیت یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کسی دوسری حدیث سے متعارض معلوم ہوتے ہیں ہر ایک کی مثال ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہ۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ — اور جن عورتوں کو طلاق دیدی گئی ہو

ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ۔ — وہ تین قروء گزرنے تک انتظار کریں گی۔

(القرآن)

اس آیت میں مطلقہ عورت کی عدت بیان کی گئی ہے اور اس کے لئے تین "قروء" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے لیکن "قروء" کا لفظ عربی زبان میں حیض (ماہواری) کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے اور طہر "پاکی" کیلئے بھی۔ اگر پہلے معنی لئے جائیں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ مطلقہ کی عدت تین مرتبہ ایام ماہواری کا گزر جانا ہے اور اگر دوسرے معنی لئے جائیں تو تین طہر گزرنے سے عدت پوری ہوگی اس

موقع پر ہمارے لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے کون سے معنی پر عمل کریں۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ — جس شخص کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت

لَہٗ قِرَاءَۃٌ — اس کے لئے بھی قرأت بن جائے گی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں جب امام قرأت کر رہا ہو تو مقتدی کو خاموش رہنا چاہئے دوسری طرف آپ ہی کا ارشاد ہے:۔

لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَاْ بِفَاتِحَۃِ — جس شخص نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی

الْکِتَابِ (بخاری) — اس کی نماز نہیں ہوگی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے ان دونوں حدیثوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پہلی حدیث کو اصل قرار دے کر یوں کہا جائے کہ دوسری حدیث میں صرف امام اور منفرد کو مخاطب کیا گیا ہے اور مقتدی اس سے مستثنیٰ ہیں یا دوسری حدیث کو اصل قرار دے کر یوں کہا جائے کہ پہلی حدیث میں قرأت سے مراد سورۂ فاتحہ کے سوا کوئی دوسری سورۃ ہے اور سورۂ فاتحہ اس سے مستثنیٰ ہے؟

قرآن وحدیث سے احکام مستنبط کرنے میں اس قسم کی بہت سی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ اب ایک صورت تو یہ ہے کہ ہم اپنی فہم و بصیرت پر اعتماد کر کے اس قسم کے معاملات میں خود کوئی فیصلہ کر لیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس قسم کے معاملات میں از خود کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے یہ دیکھیں کہ قرآن سنت کے ان ارشادات سے ہمارے

جلیل القدر اسلاف نے کیا سمجھا ہے؟ اور پھر قرون اولیٰ کے جن بزرگوں کو ہم علوم قرآن وسنّت کا زیادہ ماہر پائیں ان کی فہم وبصیرت پر اعتماد کریں اور انہوں نے جو کچھ سمجھا ہے اس کے مطابق عمل کریں قرآن وسنت کے مختلف التعبیر پیچیدہ احکام میں اُس مطلب کو اختیار کرلیں جو ہمارے اسلاف میں کسی عالم نے سمجھا ہے، اسی طریقہ کو کہا جائیگا کہ ہم نے فلاں عالم کی تقلید کی ہے۔

تقلیدِ ائمہ ملّت

بجواب

اصلی اہلسنّت

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا محمد عبدالوہاب خاں قادری رضوی مدّظلہ

تقدیم

ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی

ناشر

نوری اکیڈمی، حیدرآباد

تقلید کے معنی اور اس کی تعریف

تقلید کے دو معنی ہیں ایک لغوی اور دوسرے شرعی۔ لغوی معنی یہ ہیں۔ قلادہ درگردن بستن۔ گلے میں ہار یا پٹہ ڈالنا۔ تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ دوسرے کی بات بلادلیل مان لینا جیسا کہ "تسلیم قول الغیر بلادلیل" سے واضح ہے۔

(۱) چنانچہ علامہ سمہودی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

التَّقلِیدُ قُبُولُ القَولِ بِاَنْ یَّعتَقِدَ مِنْ غَیرِ مَعرِفَۃِ دَلِیلٍ — کسی کی بات دلیل جانے بغیر اس طرح مان لینا کہ اس پر اعتقاد جم جائے۔

(۲) اسی طرح حاشیہ حسامی باب متابعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں صفحہ ۸۶ پر ہے۔

التَّقلِیدُ اِتِّبَاعُ الرَّجُلِ غَیرَہٗ فِیمَا سَمِعَہٗ یَقُولُ اَوفِی فِعلِہٖ عَلٰی زَعمِ اَنَّہٗ مُحِقٌّ بِلَا نَظَرٍ فِی الدَّلِیلِ۔ — دلیل میں غور وفکر کئے بغیر کسی کو اہل تحقیق سے سمجھ کر اس کی کی ہوئی یا کہی ہوئی چیزوں کو سن کر اس کی پیروی کرنا تقلید ہے۔

(۳) اور یہ عبارت نورالانوار میں بھی موجود ہے۔

(۴) نیز امام غزالی علیہ الرحمۃ کتاب المستصفےٰ جلد دوم صفحہ ۳۸۷ میں فرماتے ہیں۔

التَّقلِیدُ ھُوَ قبول قولٍ بلا حُجَّۃٍ۔ — تقلید یہ ہے کہ کسی کا قول بغیر دلیل کے قبول کیا جائے۔

(۵) اس طرح مسلم الثبوت میں ہے۔

التقلید العمل بقول غیر من غیر حُجّۃٍ۔

بغیر دلیل کے کسی دوسرے کے قول پر عمل تقلید ہے۔

(۶) اسی طرح کتاب کشاف اصطلاحات الفنون صفحہ ۱۱۷۸ میں ہے

التقلید اتّباعُ الانسان غیرہٗ فی ما یقولُ او یفعلُ معتقداً للحقیّۃ من غیر نظرٍ الی الدلیل کان ھذا المتّبع جعلَ قول الغیر او فعلہ قلادۃً فی عُنُقِہٖ من غیر مطالبۃِ دلیل۔

تقلید کے اصطلاحی معنی ہوئے کسی آدمی کا دوسرے کے قول یا فعل کو بلا دلیل طلب کئے ہوئے اپنے گلے کا ہار بنالینا ایسی تابعداری جسکی ابتدا دلیل کے غور کرنے پر مبنی نہ ہو گویا اس تابعداری کرنے والے مقلد نے دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے گلے کا ہار بنالیا بلا دلیل طلب کئے

(۷) اسی طرح ابن العینی اور علامہ ابن ملک شرح منار مصری کے صفحہ ۲۵۲ میں فرماتے ہیں۔

وھُوَ عِبارۃٌ عَن اتباعہ فی قولہ او فعلِہ للحقیّۃِ من غیر تامّل فی الدلیل

یعنی تقلید حسن عقیدت کے ساتھ کسی کے قول یا فعل کے اتباع کرنے کو کہتے ہیں بغیر دلیل کی فکر میں پڑے ہوئے

(۸) اسی طرح نامی شرح حسامی مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۱۹۰ میں ہے۔

التقلید اتباع الغیر علیٰ ظنّ انہ محققٌ بلا نظر الدلیل

بغیر دلیل دیکھے غیر کی اتباع یہ سمجھ کر کرنا کہ وہ حق کہہ رہا ہے، تقلید ہے۔

(۹) اسی طرح شرح عقائد جلالی صفحہ ۳ میں ہے۔

ھُوالعمل بقول الغیر بغیر حجۃ من الحجج الاربعۃ فافھم

چار دلیلوں میں سے کسی بھی دلیل کے بغیر دوسرے کی بات پر عمل کرنا تقلید ہے خوب سمجھ لے۔

(۱۰) اسی طرح علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تیسیر التحریر للبخاری (ج ۴ ص ۲۴۶) اور علامہ ابن نجیم علیہ الرحمۃ فتح الغفار شرح المنار (ج دوم ص ۳۷) مطبوعہ مصر ۱۳۵۵ھ میں تقلید کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

التقلید العمل بقول من لیس قولہ احدی الحجج بلا حجۃ منھا۔

تقلید کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کا قول ماخذ شریعت میں سے نہیں ہے اس کے قول پر دلیل کا مطالبہ کئے بغیر عمل کر لینا

کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے کن میں نہیں

تقلید شرعی میں کچھ تفصیل ہے شرعی مسائل تین طرح کے ہیں۔

(۱) عقائد

(۲) وہ احکام جو صراحتہً قرآن پاک یا حدیث شریف سے ثابت ہوں اجتہاد کو ان میں دخل نہ ہو۔

(۳) وہ احکام جو قرآن پاک یا حدیث شریف سے استنباط و اجتہاد کر کے نکالے جائیں۔

عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔ تفسیر روح البیان آخر سورۃ

ھود زیر آیت " نصیبھم غیر منقوص " میں ہے ۔

وَفِی الْاٰیَۃِ ذَمُّ التَّقْلِیْدِ وَھُوَ	خلاصہ یہ کہ اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ توحید و رسالت
قَبُوْلُ قَوْلِ الْغَیْرِ بِلَا دَلِیْلٍ وَھُوَ	وغیرہ تم نے کیسے مانی تو یہ نہ کہا جائے گا
جَائِزٌ فِی الْفُرُوْعِ وَالْعَمَلِیَاتِ	کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے
وَلَا یَجُوْزُ فِی اُصُوْلِ الدِّیْنِ	فرمانے سے یا کہ فقہ اکبر سے بلکہ دلائل
وَالْاِعْتِقَادِیَّاتِ بَلْ لَابُدَّ	توحید و رسالت سے کیونکہ عقائد میں
مِنَ النَّظْرِ وَالْاِسْتِدْلَالِ۔	تقلید نہیں ہوتی ۔ (روح البیان)

مقدمہ شامی بحث تقلید المفضول مع الافضل میں ہے ۔

عَنْ مُعْتَقَدُنَا اَیْ عَمَّا نَعْتَقِدُہٗ	جن کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں فرعی
مِنْ غَیْرِ الْمَسَائِلِ الْفَرْعِیَّہ	مسائل کے علاوہ اور جن کا اعتقاد
مِمَّا یَجِبُ اعْتِقَادُہٗ عَلٰی کُلِّ مُکَلَّفٍ	رکھنا ہر مکلف پر بغیر کسی تقلید کے
بِلَا تَقْلِیْدٍ لِاَحَدٍ وَّھُوَ مَا عَلَیْہِ	واجب ہے وہ عقائد وہ ہی ہیں
اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ وَھُمْ	جن پر اہل سنت و جماعت ہیں اور
الْاَشَاعِرَۃُ وَالْمَاتُرِیْدِیَّۃ	اہلسنت اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں (مقدمہ شامی)

نیز تفسیر کبیر پارہ دس زیر آیت " فَاَجِرْہُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلَامَ اللّٰہِ " میں ہے والاستدلال الخ صریح احکام میں کسی کی تقلید جائز نہیں ۔ پانچ نمازیں نماز کی رکعتیں ، تیس روزے ، روزے میں کھانا پینا حرام ہونا یہ وہ مسائل ہیں جن کا ثبوت نص سے صراحتہً ہے ۔ اس لئے یہ نہ کہا جائیگا کہ نمازیں پانچ اس لئے ہیں یا روزے ایک ماہ کے اس لئے ہیں کہ فقہ میں لکھا ہے یا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے بلکہ اس کے لئے

قرآن و حدیث سے دلائل دیئے جائینگے جو مسائل قرآن و حدیث یا اجماع امت سے اجتہاد و استنباط کر کے نکالے جائیں ان میں غیر مجتہد پر تقلید کرنا واجب ہے مسائل کی جو ہم نے تقسیم کر دی اور بتا دیا کہ کونسے مسائل تقلیدیہ ہیں اور کون سے نہیں اس کا بہت لحاظ رہے بعض موقع پر لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مقلد کو حق نہیں ہوتا کہ دلائل سے مسائل نکالے پھر تم لوگ نماز روزے کے لئے قرآنی آیتیں یا احادیث کیوں پیش کرتے ہو اس کا جواب بھی اس امر میں آگیا کہ روزہ نماز کی فرضیت تقلیدی مسائل سے نہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ سوائے احکام خبر وغیرہ میں تقلید نہ ہوگی ۔ جیسے کہ مسئلہ کفر یزید وغیرہ ۔

نیز قیاسی مسائل میں فقہا کا قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرنا صرف مانے ہوئے مسائل کی تائید کے لئے ہوتا ہے وہ مسائل پہلے ہی سے قول امام سے مانے ہوئے ہوتے ہیں تو بلا نظر فی الدلیل کے یہ معنی نہیں کہ مقلد دلائل دیکھے ہی نہیں بلکہ یہ کہ دلائل سے مسائل حل نہ کرے ۔ (جاء الحق)

تقلید کس پر واجب ہے کس پر نہیں؟

مکلّف مسلمان دو طرح کے ہیں ایک مجتہد دوسرے غیر مجتہد ۔ مجتہد وہ ہے جس میں اس قدر علمی لیاقت اور قابلیت ہو کہ قرآنی اشارات و رموز سمجھ سکے اور کلام کے مقصد کو پہچان سکے اس سے مسائل نکال سکے ناسخ و منسوخ کا پورا علم رکھتا ہو ۔ علم صرف و نحو و بلاغت وغیرہ میں اس کو پوری مہارت حاصل ہو احکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اسکی نظر ہو ۔

اس کے علاوہ ذکی خوش فہم ہو (دیکھو تفسیر احمدیہ) جو کہ اس درجہ پر نہ پہنچا ہو وہ غیر مجتہد یا مقلِّد ہے۔ غیر مجتہد پر تقلید ضروری ہے۔ مجتہد کیلئے تقلید منع۔ مجتہد کے چھ طبقے ہیں۔ (۱) مجتہد فی الشرع (۲) مجتہد فی المذہب (۳) مجتہد فی المسائل (۴) اصحاب التخریج (۵) اصحاب الترجیح (۶) اصحاب التمیز (مقدمہ شامی بحث طبقات الفقہا)

(۱) مجتہد فی الشرع وہ حضرات ہیں جنہوں نے اجتہاد کرنے کے قواعد بنائے جیسے چاروں امام، ابوحنیفہ۔ شافعی۔ مالک۔ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۲) مجتہد فی المذہب وہ حضرات ہیں جو ان اصول میں تقلید کرتے ہیں اور ان اصول سے مسائل شرعیہ فرعیہ خود استنباط کر سکتے ہیں جیسے امام ابو یوسف و محمد ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہما کہ یہ قواعد میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں خود مجتہد۔

(۳) مجتہد فی المسائل وہ حضرات ہیں جو قواعد اور مسائل فرعیہ دونوں میں مقلد ہیں مگر وہ مسائل جن کے متعلق ائمہ کی تصریح نہیں ملتی ان کو قرآن و حدیث وغیرہ سے دلائل سے نکال سکتے ہیں جیسے امام طحاوی اور قاضی خان شمس الائمہ سرخسی وغیرہ۔

(۴) اصحاب تخریج وہ حضرات ہیں جو اجتہاد تو بالکل نہیں کر سکتے لیکن ائمہ میں سے کسی کے مجمل قول کی تفصیل فرما سکتے ہیں جیسے امام کرخی وغیرہ۔

(۵) اصحاب ترجیح وہ حضرات ہیں جو امام صاحب کی چند روایات میں سے بعض کو ترجیح دے سکتے ہیں یعنی اگر کسی مسئلہ میں حضرت امام

ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے دو قول روایت میں آئے تو ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دیں۔ اسی طرح جہاں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہو تو کسی کے قول کو ترجیح دے سکتے ہیں کہ ہذا اولیٰ یا ہذا اصح وغیرہ جیسے صاحب قدوری اور صاحب ہدایہ۔

(۶) اصحاب تمیز وہ حضرات ہیں جو ظاہر مذہب اور روایات نادرہ اسی طرح قول ضعیف اور قوی اور اقویٰ میں فرق کر سکتے ہیں کہ اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو ترک کر دیں اور صحیح روایات اور معتبر قول کو لیں جیسے کہ صاحب کنز اور صاحب دُرِّ مختار وغیرہ جن میں ان چھ وصفوں میں سے کچھ بھی نہ ہو وہ مقلدِ محض ہیں جیسے ہم اور ہمارے زمانے کے عام علماء کہ ان کا صرف یہی کام ہے کہ کتاب سے مسائل دیکھ کر لوگوں کو بتا دیں۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مجتہد کو تقلید کرنا حرام ہے تو ان چھ طبقوں میں جو صاحب جس درجہ کے مجتہد ہونگے وہ اس درجہ سے کسی کی تقلید نہ کریں گے اور اس سے اوپر والے درجہ میں مقلد ہوں گے جیسے امام ابو یوسف و محمد رحمۃ اللہ علیہ کہ یہ حضرات اصول اور قواعد میں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں چونکہ خود مجتہد ہیں اس لئے ان میں مقلد نہیں۔ ہماری اس تقریر سے غیر مقلدوں کا یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ جب امام ابو یوسف و محمد رحمۃ اللہ علیہ حنفی ہیں اور مقلد ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ جگہ مخالفت کیوں کرتے ہیں اور فرعی مسائل میں مخالفت کرتے ہیں تو ظاہر ہو گیا کہ وہ اس معنی کے لحاظ سے مجتہد ہیں اور مقلد نہیں یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ تم بہت سے مسائل میں صاحبین کے

قول پر فتویٰ دیتے ہو اور امام ابو حنیفہ کے قول کو چھوڑتے ہو پھر تم حنفی کیسے ہو؟ جواب آگیا کہ بعض درجہ کے فقہا اصحاب ترجیح بھی ہیں جو چند قولوں میں سے بعض کو ترجیح دیتے ہیں اسی لئے ہم کو ان فقہا کا ترجیح دیا ہوا جو قول ملا اس پر فتویٰ دیا گیا۔

یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ تم اپنے کو حنفی کیوں کہتے ہو یوسفی یا محمدی یا ابن مبارکی کہو؟ کیونکہ بہت سی جگہ تم ان کے قول پر عمل کرتے ہو امام ابو حنیفہ کے قول کو چھوڑ کر۔ جواب یہی ہوا کہ چونکہ ابو یوسف و محمد و ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اقوال امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصول اور قوانین پر بنے ہیں ان میں سے کسی بھی قول کو لینا درحقیقت امام صاحب ہی کے قول کو لینا ہے جیسے حدیث پر عمل درحقیقت قرآن ہی پر عمل ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے مثلاً۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہ ہی میرا مذہب ہے اب اگر کوئی محقق فی المذاہب کسی صحیح حدیث پر عمل کرے تو وہ اس سے غیر مقلد نہ ہوگا بلکہ حن[illegible]ی رہے گا کیونکہ اس نے اس حدیث پر امام صاحب کے اس قاعدے پر عمل کیا (یہ پوری بحث دیکھو مقدمہ شامی مطلب "صحّ عَنِ الإمام إذا صَحَّ الحديثُ فهو مذهبي") امام صاحب کے اس قول کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہوتی ہے تو وہ میرا مذہب بنی یعنی ہر مسئلہ اور ہر حدیث میں ہیں نے بہت جرح قدح اور تحقیق کی ہے تب اسے اختیار کیا چنانچہ حضرت امام کے یہاں ہر مسئلہ کی بڑی چھان بین ہوتی تھی۔ مجتہد شاگردوں سے

نہایت تحقیقی گفتگو کے بعد مسئلہ اختیار فرمایا جاتا تھا۔ (تقلید کی شرعی حیثیت)

اگر یہ مختصر سی تقریر خیال میں رکھی گئی تو بہت سی مشکلوں کو انشاء اللہ حل کر دے گی اور بہت کام آئے گی بعض غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم میں اجتہاد کرنے کی قوت ہے لہٰذا ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ اس کیلئے بہت طویل گفتگو کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اجتہاد کیلئے کس قدر علم کی ضرورت ہے اور ان حضرات کو وہ قوت علمی حاصل ہے یا نہیں

حضرت امام رازی، امام غزالی وغیرہ امام ترمذی و امام ابو داؤد وغیرہ حضور غوث پاک، حضرت بایزید بسطامی، شاہ بہاء الحق نقشبند اسلام میں ایسے پایہ کے علماء اور مشائخ گزرے کہ ان پر اہل اسلام جس قدر بھی فخر کریں کم ہے مگر ان حضرات میں سے کوئی صاحب مجتہد نہ ہوئے بلکہ سب مقلد ہی ہوئے۔ خواہ امام شافعی کے مقلد ہوں یا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ زمانہ موجودہ میں کون ان کی قابلیت کا ہے جب ان کا علم مجتہد بننے کیلئے کافی نہ ہوا تو جن بیچاروں کو حدیث کی کتابوں کے نام لینا بھی نہ آتے ہوں تو وہ کس شمار میں ہیں۔

"ایک صاحب نے اجتہاد کیا تھا میں نے ان سے صرف اتنا پوچھا کہ سورۃ التکاثر سے کس قدر مسائل آپ نکال سکتے ہیں اور اس میں سے حقیقت، مجاز، صریح و کنایہ ظاہر و نص کتنے ہیں۔ اُن بیچاروں نے ان چیزوں کے نام بھی نہ سنے تھے"

(جاء الحق)

تقلید واجب ہونے کے دلائل

تقلید کا واجب ہونا قرآنی آیات اور احادیث صحیح اور عمل امت اور اقوال مفسرین سے ثابت ہے تقلید مطلقاً بھی اور تقلید مجتہدین بھی ہر ایک تقلید کا ثبوت موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں فرماتا ہے۔

قرآن اور تقلید

(۱) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔ (القرآن۔ سورۂ فاتحہ)

اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم وہی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے نیک بندے چلے ہوں اور تمام مفسرین و محدثین، فقہا اولیاء اللہ غوث و قطب و ابدال اللہ کے نیک بندے ہیں وہ سب ہی مقلد گزرے لہٰذا تقلید ہی سیدھا راستہ ہوا۔ کوئی محدث و مفسر اور ولی غیر مقلد نہ گزرا غیر مقلد وہ ہے جو مجتہد نہ ہوا پھر تقلید نہ کرے۔ جو مجتہد ہو کر تقلید نہ کرے وہ غیر مقلد نہیں کیونکہ مجتہد کو تقلید کرنا منع ہے۔ (جاء الحق ص ۲۳ تفسیر نعیمی ص ۸۰ جلد اول)

(۲) لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسکی طاقت کے مطابق۔ (سورۂ بقرہ)

(۱) اس آیت سے معلوم ہوا کہ طاقت سے زیادہ کام کی، خدا تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ جو شخص اجتہاد نہ کر سکے اور قرآن سے مسائل نہ نکال سکے اس سے تقلید نہ کرانا اور اس سے استنباط کرانا طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا ہے۔ جب غریب آدمی پر زکوٰۃ اور حج فرض نہیں ہے

تو بے علم سے استنباط کرانا کیونکر ضروری ہوگا۔

تفسیر حقانی

(۲) اس آیت کے تحت یعنی صراط الذین انعمت علیہم والے فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کامل انعام انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہی پر ہے اس لئے ان کی تقلید اور پیروی واجب ہوئی اور عہد آدم علیہ السلام سے اس وقت تک آپ جس قدر بنی آدم کو دیکھیں گے اکثر ان کو ان چاروں فریق کا مقلد و متبع پائیں گے۔ پس مخاطب کیلئے صراط مستقیم ثابت کرنے کیلئے اس جملہ "صراط الذین انعمت علیہم" سے بڑھ کر اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ (تفسیر حقانی پارہ ۱ سورۂ فاتحہ ص ۱۴ مطبوعہ مکتبہ خیر کثیر کراچی)

(۳) وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ

اور سب میں اگلے پچھلے مہاجر و انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ (القرآن)

یعنی قیامت تک کے تمام وہ مسلمان جو مہاجرین و انصار کی اطاعت و پیروی کرنے والے ہیں یا باقی صحابہ کرام ان سب سے اللہ راضی ہے مگر اگلے امام ہیں اور پچھلے مقتدی۔

(تفسیر نور العرفان پارہ ۱۱ سورہ توبہ ص ۳۲۲)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے جو مہاجرین و انصار کی اتباع یعنی تقلید کرتے ہیں۔ یہ بھی تقلید ہوئی۔

(۴) أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حکم والوں کی جو تم میں سے ہوں

اس آیت میں تین ذاتوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کی (قرآن)، رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی (حدیث) اور امر والوں کی (فقہ و استنباط کے علماء) مگر کلمہ اطیعوا دو جگہ لایا گیا ہے اللہ کیلئے ایک اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حکم والوں کیلئے ایک۔ کیونکہ اللہ کی صرف اس کے فرمانے میں ہی اطاعت کی جائے گی نہ کہ اس کے فعل میں اور نہ اس کے سکوت میں۔ وہ کفار کو روزی دیتا ہے کبھی ان کو ظاہری فتح دیتا ہے وہ کفر کرتے ہیں مگر ان کو فوراً ہی عذاب نہیں بھیجتا۔ ہم اس میں رب تعالیٰ کی پیروی نہیں کر سکتے کہ کفار کی امداد کریں بخلاف نبی علیہ السلام و امام مجتہد کے ان کا ہر حکم ان کا ہر کام اور ان کا کسی کو کچھ کام کرتے ہوئے دیکھ کر خاموش ہونا تینوں چیزوں میں پیروی کی جائے گی اس فرق کی وجہ سے دو جگہ اَطِیۡعُوۡا فرمایا اگر کوئی کہے کہ امر والوں سے مراد سلطان اسلامی ہے تو سلطان اسلامی کی اطاعت شرعی احکام میں کی جائیگی نہ کہ خلاف شرعی چیزوں میں اور سلطان وہ شرعی احکام علماء مجتہدین ہی سے معلوم کریگا حکم تو سب میں فقیہہ کا ہوتا ہے۔ اسلامی سلطان محض اس کا جاری کرنے والا ہوتا ہے تمام رعایا کا حاکم بادشاہ اور بادشاہ کا حاکم عالم مجتہد لہٰذا نتیجہ وہی نکلا کہ اولی الامر علمائے مجتہدین ہی ہوئے اور اگر بادشاہ اسلامی بھی مراد لو جب بھی تقلید تو ثابت ہو ہی گئی۔ عالم کی نہ ہوئی بادشاہ کی ہوئی۔

یہ بھی خیال رہے کہ آیت میں اطاعت سے مراد شرعی اطاعت ہے۔

ایک نکتہ اس آیت میں یہ بھی ہے کہ احکام تین طرح کے ہیں۔ صراحتہً قرآن سے ثابت جیسے کہ جس عورت غیر حاملہ کا شوہر مر جائے تو اسکی عدت

چار ماہ دس دن ہے ان کے لئے حکم ہوا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ۔ دوسرے وہ جو صراحتہً حدیث سے ثابت ہیں۔ جیسے چاندی سونے کا زیور مرد کو پہننا حرام ہے اس کے لئے فرمایا گیا وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ۔ تیسرے وہ جو نہ تو صراحتہً قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث سے جیسے کہ چاول میں سود کی حرمت قطعی ہے۔ اس کے لئے فرمایا گیا۔ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ۔ تین طرح کے احکام اور تین حکم۔ (جاء الحق صفحہ ۲۳)

اسی آیت کے تحت یعنی وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ کے تحت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں خواہ دینی حکومت والے ہوں جیسے عالم دین، مرشدِ کامل، فقیہہ، مجتہد یا دنیاوی حکومت والا جیسے اسلامی سلطان اور اسلامی احکام۔ لیکن دینی حکام کی اطاعت دنیاوی حکام پر بھی واجب ہوگی۔

اور اسی آیت سے تقلید بھی ثابت ہوتی ہے (تفسیر نور العرفان پارہ پانچ سورۃ النساء صفحہ ۱۳۱)

تفسیر نعیمی میں اسی آیت وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ کی تفسیر میں ہے۔

اس آیت سے مراد علماء امت و ائمہ مجتہدین ہیں فرمایا اے ایمان والو اگر تمہارے کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے اور وہ مسئلہ کتاب و سنت میں نہ ملے تو تم "اولی الامر" یعنی علماء امت کے اجماع کی اطاعت کرو کہ جس پر تمام علماء امت متفق ہوں اسکی پیروی کرو اور علماء مجتہدین کے قیاس پر عمل کرو۔ معلوم ہوا کہ ہر غیر مجتہد مسلمان پر واجب ہے کہ کسی مجتہد کے قیاس پر عمل کرے قیاس کتاب و سنت کے سمندر میں سے نکلے ہوئے موتی ہیں اگر تمہیں غوطہ خوری کا فن نہیں

آتا تو سمندر میں ہرگز چھلانگ نہ لگاؤ کسی غوطہ خور کے نکالے ہوئے موتی کسی دکان سے حاصل کرو۔ قرآن و حدیث سمندر ہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے غوطہ خور ہیں اور ہمارے علماء و مشائخ ان کے دکاندار ہیں سمندر میں کسی جہاز کے ذریعہ جاؤ ورنہ ڈوب جاؤ گے۔

غرض کہ یہ آیت کریمہ تقلید کی قوی دلیل ہے۔

(تفسیر نعیمی جلد پانچ سورۃ النساء صفحہ ۱۹۴ مکتبہ اسلامیہ گجرات)

دارمی باب الاقتدا بالعلماء میں ہے۔

اَخْبَرَنَا یَعلیٰ قَالَ اَخْبَرَنَا	خبر دی ہم کو یعلیٰ نے انہوں نے
عَبْدُ الْمَلِکِ عَنْ عَطَاءٍ وَ	کہا کہ مجھ سے کہا عبد الملک نے انہوں
اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ	نے عطاء سے روایت کی کہ اطاعت
وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ قَالوا اولو العلم	کرو اللہ اور اطاعت کرو رسول کی
وَالفِقْہِ۔	اور اپنے میں سے امر والوں کی۔

عطاء نے فرمایا کہ اولی الامر علم اور فقہ والے حضرات ہیں۔

(دارمی باب الاقتدا بالعلماء)

مفسرین اور تقلید اس آیت یعنی "وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد دلائل کے ذریعہ ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ لفظ اولا الامر سے مراد علماء لینا اَولیٰ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ صفحہ ۳۳۴)

اور امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں تفسیروں میں کوئی تعارض نہیں۔ یعنی مسلمان حکام یا فقہا۔ بلکہ دونوں مراد ہیں اور مطلب یہی ہے کہ حکام کی اطاعت سیاسی معاملات میں کی جائے

اور علماء و فقہا کی مسائل شریعت کے باب میں۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۲ صفحہ ۲۵۶ باب فی طاعۃ اولی الامر)

بہرحال اس تفسیر کے مطابق آیت میں مسلمانوں سے یہ کہا گیا ہے کہ وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں اور ان علماء اور فقہا کی اطاعت کریں جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے شارح ہیں اور اسی اطاعت کا اصطلاحی نام تقلید ہے رہا اسی آیت کا اگلا جملہ جس میں ارشاد ہے کہ:۔

⑤ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ	پس اگر کسی معاملے میں باہم تمہارا اختلاف ہو جائے تو
اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ	اس معاملے کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ	کی طرف لوٹا دو اگر اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو

امام ابو بکر جصّاص رحمۃ اللہ علیہ اولو الامر کی تفسیر علماء سے کرنے کی تائید میں لکھتے ہیں۔

وقولہ تعالیٰ عقیبہ ذٰلک "فان	اور اولو الامر کی اطاعت کا حکم دینے کے
تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ	فوراً بعد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اگر کسی معاملے میں
والرسول" یدل علی ان اولی الامر	تمہارے درمیان اختلاف ہو تو اسکو اللہ اور
ھم الفقہاء لانہ امر سائر الناس	رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دو اس بات
بطاعتھم ثم قال فان تنازعتم الخ	کی دلیل ہے کہ اولو الامر سے مراد فقہاء ہیں کیونکہ
فامر اولی الامر برد المتنازع	اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو انکی اطاعت کا حکم دیا
فیہ الی کتاب اللہ وسنۃ	پھر فان تنازعتم فرما کر اولو الامر کو حکم دیا کہ متنازع فیہ
نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ کانت	معاملے کو اللہ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

العامة ومن ليس من اهل العلم ليست هذه كا منزلتهم لا يعرفون كيفية الرد الٰہا على احكام الحوادث فثبت انه خطاب للعلماء۔

سنت کی طرف لوٹاؤ وہ یہ حکم فقہا ہی کو ہو سکتا ہے کیونکہ عوام الناس اور غیر اہل علم کا یہ مقام نہیں ہے اسلئے کہ وہ اس بات سے واقف نہیں ہوتے کہ اللہ کی کتاب اور سنت کی طرف کسی معاملے کو لوٹانے کا کیا طریقہ ہے جبکہ علماء کو نئے نئے مسائل حل کرنے کیلئے دلائل کے طریقوں کا علم ہوتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ یہ خطاب علما کو ہے۔

کیفیۃ الرد الی کتاب اللہ والسنۃ ددجوہ

⑥ وَاِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔
(نساء ۸۳) (القرآن)

اور جب ان (عوام الناس) کے پاس امن یا خوف کی کوئی بات پہنچتی ہے تو یہ اسکی اشاعت کر دیتے ہیں اور اگر یہ اس معاملے کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا اپنے اولی الامر کی طرف لوٹا دیتے تو ان میں سے جو لوگ اسکے استنباط کے اہل ہیں وہ اسکی حقیقت کو خوب معلوم کر لیتے۔

یہ آیت اگرچہ ایک خاص معاملے میں نازل ہوئی ہے لیکن جیسا کہ اصول تفسیر اور اصول فقہا کا مسلم قاعدہ ہے کہ آیات سے احکام و مسائل متنبط کرنے کے لئے شان نزول کے خصوصی حالات کے بجائے آیت کے عمومی الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے اس لئے اس آیت سے اصولی ہدایت مل رہی ہے کہ جو لوگ تحقیق و نظر کی صلاحیت نہیں رکھتے ان کو اہل استنباط کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور وہ اپنی اجتہادی بصیرت کو کام میں لاکر جو راہ عمل متعین کریں اس پر عمل کرنا چاہیئے اور وہ اپنی اجتہادی بصیرت

کو کام میں لاکر جو مسائل متعین کریں اس پر عمل کرنا چاہیئے اور اسی کا نام تقلید ہے چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں پس ثابت ہوا کہ استنباط حجت ہے۔ اور قیاس یا تو بذات خود استنباط ہوتا ہے یا اس میں داخل ہوتا ہے لہٰذا وہ بھی حجت ہوا جب یہ بات طے ہو گئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت چند امور کی دلیل ہے۔ ایک یہ کہ نت نئے پیش آنے والے مسائل میں بعض امور ایسے ہوتے ہیں جو نص سے صراحتہً معلوم نہیں ہوتے بلکہ ان کا حکم معلوم کرنے کے لئے استنباط کی ضرورت پڑتی ہے۔ دوسرے یہ کہ استنباط حجت ہے اور تیسرے یہ کہ عام آدمی پر واجب ہے کہ وہ پیش آنے والے مسائل و احکام کے بارے میں علما کی تقلید کرے۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۷۲، تفسیر نعیمی جلد ۵ صفحہ ۳۰۵)

⑦ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ

تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ (القرآن) (پارہ ۱۱ سورۃ توبہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر مجتہد بننا ضروری نہیں۔ بلکہ بعض تو فقیہہ بنیں اور بعض دوسروں کی تقلید کریں اس آیت کے تحت مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جاہل کو عالم کی پیروی کرنا چاہیئے اور غیر مجتہد کو مجتہد کی تقلید کرنا لازمی ہے

(تفسیر نورالعرفان پارہ ۱۱ صفحہ ۳۲۸ سورۃ التوبہ)
(تفسیر نعیمی پارہ ۱۱ صفحہ ۱۳۰ سورۃ التوبہ مطبوعہ کتب خانہ گجرات)

امام ابوبکر جصّاص رحمۃ اللہ علیہ اس آیت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں پر واجب کیا ہے کہ جب علماء ان کو احکام شریعت بتا کر ہوشیار کریں تو وہ اللہ کی نافرمانی سے بچیں۔ اور علماء کی بات مانیں۔ یعنی تقلید کریں۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۲ صفحہ ۲۶۲ باب طاعۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)

(۸) فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ	تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو
لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ (القرآن)	اگر تم کو علم نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص جس مسئلہ کو نہ جانتا ہو، وہ اہل علم سے دریافت کرے۔ وہ اجتہادی مسائل جن کے نکالنے کی ہم میں طاقت نہ ہو، مجتہدین سے دریافت کئے جائیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد تاریخی واقعات ہیں جیسا کہ اوپر گزرا لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس آیت کے کلمات مطلق بغیر قید کے ہیں اور پوچھنے کی وجہ ہے نہ جاننا تو جس چیز کو ہم نہ جانتے ہوں اس کا پوچھنا لازم ہے اور اسی کا نام تقلید ہے

(جاء الحق صفحہ ۲۳) صاحب تفسیر خازن زیر آیت فرماتے ہیں۔

فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ	پس پوچھو تم ذکر والوں سے
لَا تَعْلَمُوْنَ فَاسْئَلُوا الْمُؤْمِنِیْنَ	اگر تم نہیں جانتے۔ تم ان مومنوں سے
الْعٰلِمِیْنَ مِنْ اَھْلِ الْقُرْاٰنِ ۔	پوچھو جو قرآن کے علماء ہیں۔ (تفسیر خازن)

تفسیر دُر منثور میں اسی آیت فاسئلوا الخ کی تفسیر میں ہے۔

اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنْ	ابن مردویہ نے حضرت انس سے
اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ	روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ	علیہ السلام سے سنا کہ فرماتے تھے کہ
اِنَّ الرَّجُلَ یُصَلِّیْ وَیَصُوْمُ وَیَحُجُّ	بعض شخص نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے
وَیَغْزُوْ وَاِنَّہٗ لَمُنَافِقٌ قَالُوْا یَا	ہیں حج اور جہاد کرتے ہیں حالانکہ وہ
رَسُوْلَ اللّٰہِ بِمَاذَا دَخَلَ عَلَیْہِ النِّفَاقُ	منافق ہوتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ
قَالَ لِطَعْنِہٖ عَلٰی اِمَامِہٖ قَالُوْا وَاِمَامُہٗ	کس وجہ سے ان میں نفاق آ گیا فرمایا
مَنْ ہُوَ قَالَ قَالَ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ	کہ اپنے امام پر طعنہ کرنے کی وجہ سے
فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ	(پوچھا) امام کون ہے فرمایا کہ رب نے
لَا تَعْلَمُوْنَ ۝	فرمایا فاسئلوا الآیہ۔ (تفسیر در منثور)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر مجتہد پر تقلید واجب کیونکہ نہ جاننے والے پر ضروری ہے کہ وہ جاننے والے سے پوچھے۔ تقلید میں بھی یہی ہوتا ہے کہ غیر مجتہد اجتہادی مسائل اپنے امام سے پوچھتا ہے۔

(تفسیر نور العرفان پارہ ۱۴ سورۃ النحل صفحہ ۴۳۳)

اسی آیت کے تحت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر الحسنات میں فرماتے ہیں۔

وَاسْتُدِلَّ بِھَا اَیْضًا عَلٰی وُجُوْبِ الْمُرَاجَعَۃِ لِلْعُلَمَاءِ فِیْمَا لَا یُعْلَمُ۔

اور اس آیت سے اس بات پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ جس چیز کا علم خود نہ ہو اس میں علماء سے رجوع کرنا واجب ہے۔

(تفسیر الحسنات جلد سوم صفحہ ۶۰۲ اور روح المعانی ج ۱۴ صفحہ ۱۴۸ سورۃ النحل)

وَفِی الْاِکْلِیْلِ لِلْجَلَالِ السُّیُوْطِیِّ اَنَّہٗ یُسْتَدَلُّ	علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے
بِھَا عَلٰی جَوَازِ تَقْلِیْدِ الْعَامِیِّ فِی الْفُرُوْعِ۔	جواز تقلید پر فروع میں استدلال کیا ہے

تقلید ضروری ہے

اور علامہ جلال المحلی نے کہا۔

إنّه يلزم غير المجتهد عاميا كان او غيره	اس آیت کے مفہوم کے مطابق غیر مجتہد پر تقلید
التقليد للمجتهد لقوله تعالى فاسئلوا الى الخ	لازم ہے تعلیم یافتہ ہو یا غیر تعلیم یافتہ۔

ائمہ اربعہ کا مخالف

اور علامہ سہلی رحمۃ اللہ علیہ نے تو صاف فرمادیا کہ:۔

إنّ مخالف الاربعة مخالف	ائمہ اربعہ کا مخالف ایسا ہے جیسا اجماع کا
الاجماع۔	مخالف۔ (تفسیر الحسنات جلد سوم پ۱۴ سورۃ النحل صفحہ ۶۰۶)

(۹) واتبع سبيل من اناب اليّ (القرآن) اور اسکی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی اتباع (تقلید) ضروری ہے یہ حکم بھی عام ہے کیونکہ آیت میں کوئی قید نہیں۔

(۱۰) والذين يقولون ربنا	اور جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے
هب لنا من ازواجنا وذريتنا	رب ہم کو دے ہماری بیویوں اور
قرة اعين واجعلنا للمتقين	ہماری اولاد سے آنکھوں میں ٹھنڈک
اماما۔ (القرآن سورۃ الفرقان آیت ۷۴)	اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

اس آیت کی تفسیر میں معالم التنزیل میں ہے۔

فنقتدي بالمتقين ويقتدي بنا	ہم پرہیزگاروں کی پیروی کریں اور
المتقون۔ (جاء الحق ص۲۴)	پرہیزگار ہماری پیروی کریں۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی پیروی اور

ان کی تقلید ضروری ہے۔

والذين اذا ذكروا بآيات ربهم لم يخروا	اور وہ کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتیں یاد دلائی
عليها صما وعميانا۔ (الفرقان آیت ۷۳)	جائیں تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ قرآنی آیات میں یا تو خود غور و فکر کرنی لازم ہے اگر اسکی اہلیت رکھتا ہو ورنہ غور و فکر کرنے والوں کی تقلید کرنی ضروری ہے رب فرماتا ہے فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون۔ دوسرا یہ کہ قرآنی احکام سمجھنے میں عقل سے یا تقلید سے کام لو۔ اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں عقل کو ترک کرو۔ ع عقل قربان کن بہ پیش مصطفےٰ۔

(پارہ ۱۹ سورۃ الفرقان صفحہ ۵۸۳ تفسیر نور العرفان)

تفسیر صاوی سورہ کہف واذكر ربك اذا نسيت کی تفسیر میں ہے۔

ولا يجوز تقليد ما عدا المذاهب	یعنی چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید
الاربعة ولو وافق قول الصحابة	جائز نہیں اگرچہ صحابہ کے قول اور
والحديث الصحيح والآية	صحیح حدیث اور آیت کے موافق
فالخارج عن المذاهب	ہی ہو جو ان چار مذہبوں سے خارج
الاربعة ضال مضل وربما	ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے
اداه ذلك للكفر لان الاخذ	کیونکہ حدیث و قرآن کے محض
لظواهر الكتاب والسنة من	ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ
اصول الكفر۔	ہے۔ (تفسیر صاوی)

(۱۱) يوم ندعوا كل اناس بامامهم (القرآن) جس دن ہر جماعت کو ہم اسکے امام کے ساتھ بلائیں گے

اس کی تشریح تفسیر روح البیان میں اس طرح ہے۔

اَوْ مُقَدَّمٍ فِی الدِّیْنِ فَیُقَالُ یَا	یا امام دینی پیشوا ہے پس قیامت میں
حَنَفِی یَا شَافِعِیُّ۔ (تفسیر روح البیان)	کہا جاوے گا اے حنفی اے شافعی۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائیگا۔

یوں کہا جائے گا کہ حنفیو! اے شافعیو! اے مالکیو چلو۔ تو جس نے امام ہی نہ پکڑا اس کو کس کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اس کے بارے میں صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ:۔

جسکا کوئی امام نہیں تو اسکا امام شیطان ہے۔

یَوْمَ نَدْعُوْا الخ کی تفسیر میں صاحب تفسیر الحسنات فرماتے ہیں قیامت کے دن تمام جماعتیں ان کے ساتھ بلائی جائینگی جن کا اتباع وہ دنیا میں کرتے تھے۔

حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	یعنی ہر قوم کو بلایا جائے گا
وَسَلَّمَ فِی الْاٰیَتِ یُدْعٰی کُلُّ	ان کے زمانے کے امام اور
قَوْمٍ بِاِمَامِ زَمَانِہِمْ وَکِتَابِ	ان کے رب کی کتاب اور انکے
رَبِّہِمْ وَسُنَّۃِ نَبِیِّہِمْ۔	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ

اس سے مراد وہ امام ہے جس کی دعوت پر دنیا میں لوگ چلے خواہ اس نے حق کی دعوت دی ہو یا باطل کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر قوم اپنے اس سردار کے پاس جمع ہوگی جس کے حکم پر دنیا میں چلتی رہی

اور انہیں اس کے نام سے پکارا جائے گا۔

جیسا کہ ابن جریر بطریق ابنِ عوف راوی ہیں۔

اِمَامُہُمْ کِتَابُ اَعْمَالِہِمْ فَیُقَالُ	یعنی اے ملاں کی اتباع کرنے والو
یَا اَصْحَابَ کِتَابِ الْخَیْرِ یَا اَصْحَابَ	اے کتاب الخیر والو۔ اے کتاب الشر
کِتَابِ الشَّرِّ	والو۔ (تفسیر الحسنات جلد سوم پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل ص۴۲۹)

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی صالح کو اپنا امام بنا لینا چاہیئے شریعت میں تقلید کر کے اور طریقت میں بیعت کر کے تاکہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو، اگر کوئی صالح امام نہ ہو گا تو اس کا امام شیطان ہو گا اس آیت میں تقلید اور بیعت و مریدی کا ثبوت ہے۔ (تفسیر نور العرفان پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل ص۴۶۱)

(۱۲) وَاِذَا قِیْلَ لَہُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ	یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسا ایمان لاؤ
قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَہَآءُ	جیسا کہ مخلص مومن ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم
(القرآن)	ایسا ایمان لائیں جیسا بے وقوف ایمان لائے۔

اگر النّاس سے مراد صحابہ کرام ہوں تو معلوم ہوا کہ ایمان وہی ہے جو صحابہ کرام کی طرح ہو۔ صحابہ کرام ایمان کی کسوٹی ہیں جس کا ایمان انکی طرح نہیں ہے وہ بے ایمان ہے۔ اور اگر عام مسلمان مراد ہوں تو معلوم ہوا راستہ وہی برحق ہے جو عام مومنین کا ہو عام مسلمانوں کے راستہ پر چلنا چاہیئے حدیث شریف میں ہے جسے مسلمان اچھا جانیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے۔ (پ۱ سورۂ البقر صفحہ ۵ تفسیر نور العرفان)

معلوم ہوا کہ ایمان وہی معتبر ہے جو صالحین کا سا ہو تو مذہب بھی وہی ٹھیک ہے جو نیک بندوں کی طرح ہو اور وہ تقلید ہے۔

(۱۳) فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ	پس اگر یہ لوگ ایمان لائیں اس طرح
فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا	جیسا کہ اے صحابہ تم لائے ہو تو وہ راہ
فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ	راست پر ہیں اور اگر وہ تم سے پھر جاویں تو اور
اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔	کوئی بات نہیں) وہ مخالفت میں ہیں تو ان سے
(القرآن) (پ سورہ بقرہ)	اللہ جلدی نمٹ لے گا اور وہ سننے والا ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ تقلید صحابہ کرام بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ میں داخل ہے اور جس نے تقلید نہ کی وہ اللہ کا مخالف ہے اس سے اللہ خود نمٹے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ	اور جو شخص مخالفت کریگا رسول صلی اللہ
مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَیَتَّبِعْ	علیہ وسلم کی بعد اس کے کہ اسکے واسطے ہدایت
غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ	ظاہر ہوگئی اور پیروی کی اس نے مومنین کے
مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ	راستے کے سوا تو ہم اسکو پھیر دیتے ہیں جدھر وہ پھرا
وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۔	اور اسکو جہنم میں داخل کرینگے۔ اور بہت بری لوٹنے
(القرآن۔ سورۃ النساء پ۵)	کی جگہ ہے۔

وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نے تقلید کو ایسا واجب کر دیا کہ ان کے چھوڑنے والے غیر مقلدین کو جہنم کی سزا سنا دی اب ان کے دل پر موقوف ہے ایمان لائیں یا جہنم قبول کریں کیونکہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے (المومنین فرما کر) صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین دونوں کی تقلید کا تذکرہ ارشاد فرمایا ہے اور اس سے منہ پھیرنے والے کو یعنی جو ان کی

تقلید کا منکر ہو، غیر مقلد ہونے کا دعویٰ کرے اسے خاص دوزخی فرمایا ہے پھر پانچوں وقت نماز میں بھی صحابہ کرام اور ائمہ کرام کی تقلید کرنے کی دعا سکھائی۔

ارشاد ہوتا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ	یا اللہ ہمیں صراط مستقیم پر چلا
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ	اور ان لوگوں کے راستے پر جن پر
عَلَیْهِمْ ۔ (القرآن)	تو نے انعام کیا۔

اس آیت کریمہ میں مُنْعَمْ عَلَیْهِمْ کے راستہ قبول کرنے کی خدا سے دعا مانگ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ جب تک مُنْعَمْ عَلَیْهِمْ کے پاس نہ جائیں ان کی تقلید نہ کریں تب تک ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی ہے سب سے پہلے مُنْعَمْ عَلَیْهِمْ صحابہ کرام ہیں۔ جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کا حکم کیا بعد میں ائمہ کرام جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی جن کی تقلید کا ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سبق دیا۔

(احادیث اور تقلید)

مسلم جلد اول صفحہ ۵۴ باب بیان ان الدین النصیحۃ میں ہے۔

عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیْ اَنَّ النَّبِیَّ	تمیم داری سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام
صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ	نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا
اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ	کس کی۔ فرمایا اللہ کی اس کی کتاب کی
قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ	اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے اماموں
وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ	کی اور عام مومنین کی۔ (مسلم ص ۵۴)

اس حدیث کی شرح نووی میں ہے۔

وَقَدْ يَتَنَاوَلُ ذٰلِكَ عَلَى الْاَئِمَّةِ الَّذِيْنَ هُمْ عُلَمَاءُ الدِّيْنِ وَاِنَّ مِنْ نَصِيْحَتِهِمْ قَبُوْلُ مَا رَوَوْهُ وَتَقْلِيْدُهُمْ فِي الْاَحْكَامِ وَاِحْسَانُ الظَّنِّ بِهِمْ۔ (شرح نووی)

یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علمائے دین ہیں۔ اور علماء کی خیرخواہی سے ہے ان کی روایت کی ہوئی احادیث کا قبول کرنا اور احکام میں انکی تقلید کرنا اور ان کے ساتھ نیک گمان کرنا۔

مشکوٰۃ شریف کتاب العلم الفصل الاول میں ہے۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ (متفق علیہ)

روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جسکا بھلا چاہتا ہے اسے دین کا فقیہہ بنا دیتا ہے میں بانٹنے والا ہوں اللہ دیتا ہے (بخاری مسلم)

اس کی شرح میں مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ قرآن وحدیث کے ترجمے اور الفاظ رٹ لینا علم دین نہیں بلکہ ان کا سمجھنا علم دین ہے اور یہی مشکل ہے اور اسی کیلئے فقہا کی تقلید کی جاتی ہے اسی وجہ سے تمام مفسرین ومحدثین آئمہ مجتہدین کے مقلد ہوئے (مرآت جلد اول صفحہ ۱۸۷)

مشکوٰۃ شریف کتاب العلم الفصل الثانی میں ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيْهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اس بندے کو ہرا بھرا رکھے جو میرا کلام سنے اسے یاد رکھے اور پہنچا دے کیونکہ بہت سے فقہ اٹھانے والے خود غیر فقیہہ ہیں اور بہت لوگ اپنے سے بڑے فقیہہ تک پہنچاتے ہیں (آخر تک)

(رواہ احمد وترمذی وابوداؤد وابن ماجہ)

اس حدیث میں صراحتہً فرمایا گیا کہ محدث براہ راست حدیث پر عمل نہ کرے ورنہ دھوکہ کھائے گا بلکہ مجتہد فقیہہ پر پیش کرے اس کی تقلید کرکے اس کے بتائے ہوئے مطالب پر عمل کرے فقیہہ روحانی طبیب ہے اور محدث روحانی عطار و پنساری، عطار اپنی دوکان کی دوائیں حکیم سے پوچھ کر ہی استعمال کرتا ہے اس لئے قریباً سارے محدثین[1] مقلد ہیں اور اس حدیث پر عامل ہیں۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۲۰۵)

اس سے معلوم ہوا کہ اس دور میں بھی ہر ایک پر تقلید واجب ہے کیونکہ جب بڑے بڑے محدثین مقلدین گزرے ہیں تو عام آدمی تو کچھ جانتا بھی نہیں لہٰذا اس حدیث کے تحت عام آدمی پر بدرجہ اولیٰ تقلید واجب ہے۔

---

[1] چنانچہ امام بخاری محدث، امام شافعی کے مقلد ہیں، جن کی صحیح سے غیر مقلد اکثر حدیث سناتے ہیں تعجب ہے کہ غیر مقلدین، ایک مقلد محدث کی لائی ہوئی روایتیں کیسے دلیل بناتے ہیں۔ جبکہ وہ تقلید کو برا کہتے ہیں۔ تو لگائیں فتویٰ امام بخاری پر (منہ غفرلہ)

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْكُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

(رواہ ترمذی و ابن ماجہ واحمد)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تم میں میری بقاء کتنی ہے تو میرے بعد والوں کی پیروی کرو۔ (ابوبکر و عمر کی)

(مرقاۃ جلد ۵ ص۵۴۵)

(مشکوٰۃ فضائل ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما)

لفظ لا ادری حضور کی بے خبری کے لئے نہیں ہے بلکہ لوگوں کو اطلاع نہ دینے کے لئے ہے ورنہ حضور کو اپنی وفات کی بھی خبر تھی اور دوسروں کی وفات کی بھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی فرضیت کے سال حج نہ کیا اگلے سال کیا کہ آپ کو خبر تھی کہ اس سال ہماری وفات نہیں ورنہ فرض یہ ہے کہ حج فرض ہوتے ہی حج کرلے۔ (مرآت)

اقتدا کی بحث یہاں یہ بات بطور خاص قابل غور ہے کہ حدیث میں لفظ اقتداء استعمال کیا گیا ہے۔ جو انتظامی امور میں کسی کی اطاعت کے لئے نہیں بلکہ دینی امور میں کسی کی پیروی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عربی لغت کے مشہور عالم ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اَلْقُدْوَةُ وَالْقِدْوَةُ مَا تَسَنَّنْتَ بِهٖ۔

یعنی قدوہ اس شخص کو کہتے ہیں جسکی سنت پر تم عمل کرو۔

(لسان العرب ج ۲۰ صفحہ ۳۱ مادہ - قدا)

آگے لکھتے ہیں اَلْقُدْوَةُ اَلْاُسْوَةُ - قدوہ کے معنی ہیں اسوہ یعنی نمونہ، قرآن کریم میں بھی یہ لفظ دینی امور میں انبیاء علیہم السلام اور صلحا کی پیروی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ۔ (القرآن۔ سورۃ انعام پ۷)

یہی لوگ ہیں جن کو ہدایت دی گئی ہے پس تم ان کی ہدایت کی اقتداء کرو۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کے واقعے میں ہے کہ۔

یَقْتَدِیْ اَبُوْبَكْرٍ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مُقْتَدُوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِیْ بَكْرٍ۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے

اور مسند احمد رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے۔

جَلَسْتُ اِلٰى شَيْبَةَ بْنِ عُثْمَانَ فَقَالَ جَلَسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِیْ مَجْلِسِكَ هٰذَا فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَا اَدَعَ فِی الْكَعْبَةِ صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ اِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ النَّاسِ

میں شیبہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ انہوں نے کہا ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی جگہ بیٹھے تھے جہاں تم بیٹھے ہو وہ فرمانے لگے کہ میرا ارادہ ہے کہ کعبہ میں جتنا سونا چاندی ہوتا ہے وہ سب لوگوں کے درمیان تقسیم کردوں حضرت شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذٰلِكَ فقالَ هُمَا المرأن يقتدي بهما۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۰ شیبۃ بن عثمان)

کہتے ہیں میں نے کہا کہ اس کا آپکو حق نہیں کیونکہ آپکے دونوں پیش رو صاحبان (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایسا نہیں کیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ دونوں حضرات واقعی ایسے ہیں کہ ان کی اقتدا کی جانی چاہیئے۔

نیز مسند احمد میں ہے، میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ ابھی تمہاری مجلس میں ایک جنتی شخص داخل ہوگا چنانچہ اس کے بعد ایک انصاری صحابی داخل ہوئے دوسرے دن بھی ایسا ہوا اور تیسرے دن بھی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن ان انصاری صحابی کے پاس پہنچ گئے اور رات کو ان کے یہاں رہے خیال یہ تھا کہ وہ بہت عبادت کرتے ہوں گے مگر دیکھا کہ انہوں نے صرف اتنا کیا کہ سوتے وقت کچھ اذکار پڑھے اور پھر فجر تک سوتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا۔

فأردت ان آوي اليك لأنظر ما عملك فأقتدي به فلم أرك تعمل كثير عمل۔

(اخرجه احمد من طريق عبدالرزاق ثنا معمر عن الزهري اخبرنا انس رضي الله عنه وهو اسناد صحيح مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۶)

میں تو اس ارادے سے تمہارے پاس رات گزارنے آیا تھا کہ تمہارا عمل دیکھوں اور اسکی اقتدا کروں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں انصاری صحابی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں عمل تو کوئی خاص نہیں کرتا البتہ میرے دل میں کسی طرف سے کھوٹ نہیں ہے اور نہ میں حسد کرتا ہوں۔

ان مقامات پر اقتدا دینی امور میں کسی کی اتباع اور پیروی کیلئے آیا ہے خاص طور پر ان دو احادیث میں تو اس لفظ کا استعمال حضرت ابوبکر رضی اللہ کے لئے اسی معنی میں ہوا ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا حدیث کا اصل مقصد دینی امور میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا کا حکم دینا ہے اور اسی کا نام تقلید ہے

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعاً	بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم کو (دنیا سے)
یَنْتَزِعُہٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰکِنْ	اس طرح سے نہیں اٹھائے گا کہ اسے
یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ	بندوں (کے دل) سے سلب کرے
حتّٰی اذا لم یبق عالماً اتَّخَذَ	بلکہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ علماء
النَّاسُ رُءُوساً جُهَّالاً فَسُئِلُوْا	کو اپنے پاس بلائے گا یہاں تک کہ
فَأَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا	جب کوئی عالم باقی نہ چھوڑے گا
(مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم ص ۳۳)	تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے

ان سے سوالات کئے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے۔ تو وہ بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

ایک واضح دلیل اس حدیث میں واضح طور پر فتویٰ دینا علماء کا کام قرار دیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگ ان سے مسائل شرعیہ پوچھیں وہ ان کا حکم بتائیں اور لوگ اس پر عمل کریں یہی تقلید کا حاصل ہے۔

پھر اس حدیث میں ایک اور بات بطور خاص قابل غور ہے اور وہ یہ کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے زمانے کی خبر دی ہے جس میں علماء مفقود ہو جائیں گے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ اس دور میں احکام شریعت پر عمل کرنے کے لئے سوا اس کے اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ لوگ گزرے ہوئے علماء کی تقلید کر لیں، کیونکہ جب زندہ لوگوں میں کوئی عالم نہیں بچا تو نہ کوئی شخص براہ راست قرآن وسنت سے احکام مستنبط کرنے کا اہل رہا اور نہ کسی زندہ عالم کی طرف رجوع کرنا اسکی قدرت میں ہوا، کیونکہ کوئی عالم موجود ہی نہیں۔ لہٰذا احکام شریعت پر عمل کرنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں رہتی کہ جو علماء وفات پا چکے ہیں ان کی تصانیف وغیرہ کے ذریعے ان کے بتائے ہوئے مسائل کی تقلید کی جائے لہٰذا یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب تک علمائے اجتہاد موجود ہوں اس وقت تک ان سے مسائل معلوم کئے جائیں اور ان کے فتوں پر عمل کیا جائے اور جب کوئی عالم باقی نہ رہے تو نا اہل لوگوں کو مجتہد سمجھ کر ان کے فتوں پر عمل کرنے کے بجائے گزشتہ علماء میں سے کسی کی تقلید کی جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ اَفْتیٰ بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُہٗ عَلیٰ مَنْ اَفْتَاہُ۔ (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ کتاب العلم ص۳۷)

جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دے گا اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا

یہ حدیث بھی تقلید کے جواز پر بڑی واضح دلیل ہے اس لئے کہ اگر تقلید جائز نہیں ہوتی اور کسی کے فتوے پر دلیل کی تحقیق کے بغیر عمل جائز نہ ہوتا تو مذکورہ صورت میں سارا گناہ فتویٰ دینے والے پر کیوں ہوتا۔ بلکہ جس طرح مفتی کو بغیر علم کے فتوے دینے کا گناہ ہوتا۔ اسی طرح سوال کرنے والے کو اس بات کا گناہ ہونا چاہیئے تھا کہ اس نے فتویٰ کی صحت کی کیوں تحقیق نہیں کی لہٰذا حدیث بالا نے یہ واضح فرما دیا کہ جو شخص خود عالم نہ ہو اسکا فریضہ صرف اس قدر ہے کہ وہ کسی ایسے شخص سے مسئلہ پوچھ لے جو اسکی معلومات کے مطابق قرآن وحدیث کا علم رکھتا ہو اس کے بعد اگر وہ عالم غلط مسئلہ بتائے گا تو اس کا گناہ پوچھنے والے پر نہیں ہوگا بلکہ بتانے والے پر ہوگا۔

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یَحْمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عدولہٗ یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ۔ (رواہ البیہقی فی المدخل مشکوٰۃ کتاب العلم ص۳۶)

ہر آنے والی نسل کے فقیہ لوگ اس علم دین کے حامل ہوں گے جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف کو باطل پرستوں کے جھوٹے دعووں کو اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کر دیں۔

اس حدیث میں جاہلوں کی تاویلات کی مذمت کی گئی ہے اور

بتایا گیا ہے کہ ان کی تاویلات کی تردید علماء کا فریضہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن وسنت کے علوم میں مجتہدانہ بصیرت نہیں رکھتے، انہیں اپنی فہم پر اعتماد کر کے احکامِ قرآن وسنت کی تاویل نہیں چاہیئے

بلکہ قرآن وسنت کی صحیح مراد سمجھنے کے لئے اہل علم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اسی کا نام تقلید ہے پھر یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ قرآن وسنت میں تاویلات کیا وہ شخص کر سکتا ہے جسے تھوڑی بہت شُدبُد ہو۔ حالانکہ ایسے شخص کو بھی حدیث میں جاہل قرار دیا گیا ہے اور اس کی تاویل کی مذمت کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وسنت سے احکام ومسائل کے استنباط کے لئے عربی زبان وغیرہ کی معمولی شُدبُد کافی نہیں بلکہ اس میں مجتہدانہ[1] بصیرت کی ضرورت ہے۔

صحیح بخاری میں تعلیقاً اور صحیح مسلم میں مسنداً حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جماعت میں دیر سے آنے لگے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جلد آنے اور اگلی صفوں میں نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا۔

ائتموا بی ولیأتم بکم من بعدکم (صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۹)	تم مجھے دیکھ کر میری اقتداء کرو اور تمہارے بعد والے تمہیں دیکھ کر تمہاری اقتداء کریں۔

اس کا ایک مطلب تو یہی ہے کہ اگلی صفوں کے لوگ حضور صلی اللہ

[1] صاحب نور الانوار نے بھی احکام کے استنباط کیلئے اتنی اشیاء پر عبور کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ۱۲ (منہ غفرلہ)

علیہ وسلم کو دیکھ دیکھ کر آپ کی اقتداء کریں اور پچھلی صفوں کے لوگ اگلی صف کے لوگوں کو دیکھ کر ان کی اقتداء کریں، اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جلد آیا کریں تاکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق نماز کو اچھی طرح دیکھ لیں کیونکہ صحابۂ کرام کے بعد جو نسلیں آئیں گی وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تقلید اور انکی اتباع کریں گی چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وَقِیْلَ مَعْنَاہُ تَعَلَّمُوْا مِنِّیْ اَحْکَامَ الشَّرِیْعَةِ وَلْیَتَعَلَّمْ مِنْکُمُ التَّابِعُوْنَ بَعْدَکُمْ وَکَذٰلِکَ اَتْبَاعُهُمْ اِلٰی اِنْقِرَاضِ الدُّنْیَا۔ (فتح الباری جلد ۲ ص ۱۷۱)

بعض حضرات نے اس حدیث کا مطلب یہ بتایا ہے کہ تم مجھ سے احکام شریعت سیکھ لو اور تمہارے بعد آنے والے تابعین تم سے سیکھیں اور اسی طرح ان کے متبعین ان سے سیکھیں اور یہ سلسلہ دنیا کے خاتمے تک چلتا رہے۔

مسند احمد رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت سہیل بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

اِنَّ امْرَاَۃً اَتَتْہُ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ انْطَلَقَ زَوْجِیْ غَازِیًا وَکُنْتُ اَقْتَدِیْ بِصَلَاتِہٖ اِذَا صَلّٰی وَبِعَمَلِہٖ کُلِّہٖ فَاَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُبَلِّغُنِیْ عَمَلَہٗ ۔الخ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۹)	ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا شوہر جہاد کیلئے چلا گیا اور جب وہ نماز پڑھتا تھا تو میں اسکی پیروی کرتی تھی اور اس کے تمام افعال کی اقتداء کرتی تھی اب آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جو مجھے اس کے عمل جہاد کے برابر پہنچادے۔

یہاں اس خاتون نے صراحۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اپنے شوہر کی صرف نماز میں نہیں بلکہ تمام افعال میں اقتداء کرتی ہوں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ناپسندیدگی نہ فرمائی۔

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں دو خصلتیں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ اسے شاکر و صابر لکھے گا وہ خصلتیں یہ ہیں۔

من نظر فی دینه من هو فوقه فاقتدی به ونظر فی دنیاه الی من هو دونه فحمد الله۔

(جامع ترمذی بشرح ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ ج ۹ ص ۳۱۷ ابواب القیام)

جو شخص دین کے معاملے میں اپنے سے بلند مرتبہ شخص کو دیکھے اور اسکی اقتداء کرے اور دنیا کے معاملے میں نیچے شخص کو دیکھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے مجھے اس سے اچھی حالت میں رکھا۔

عہدِ صحابہ اور تقلیدِ مطلق

عہدِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بکثرت "تقلید" پر عمل ہوتا رہا ہے یعنی جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علم میں زیادہ وقت صرف نہیں کر سکتے تھے یا کسی خاص مسئلے میں اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ نہیں کر پاتے تھے تو وہ دوسرے فقہاء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھ پوچھ کر عمل کیا کرتے تھے اور ان حضرات میں تقلید مطلق کی مثالیں تو اس کثرت سے ہیں کہ ان سے پوری ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے ان میں سے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(1) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ النَّاسَ بِالْجَابِیَہِ وَقَالَ یَا اَیُّہَا النَّاسُ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَسْأَلَ عَنِ الْقُرْآنِ فَلْیَأْتِ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَسْأَلَ الْفَرَائِضَ فَلْیَأْتِ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَسْأَلَ عَنِ الْفِقْہِ فَلْیَأْتِ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَسْأَلَ عَنِ الْمَالِ فَلْیَأْتِنِیْ فَاِنَّ اللّٰہَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جابیہ کے مقام پر خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! جو شخص قرآن کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہو وہ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جائے، جو میراث کے احکام کے بارے میں پوچھنا چاہے وہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جائے اور جو شخص فقہ کے بارے میں پوچھنا چاہے وہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جائے اور جو

جَعَلَنِي لَهُ وَالِياً وَقَاسِماً
(رواہ الطبرانی فی الاوسط
مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۳۵)

شخص مال کے بارے میں سوال کرنا چاہے وہ میرے پاس آجائے اسلئے کہ اللہ نے مجھے اسکا والی اور تقسیم کنندہ بنایا ہے۔

اس خطبے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو عام طور پر یہ ہدایت فرمائی کہ جو تفسیر، فرائض اور دلائل سمجھنے کا اہل نہیں ہوتا وہ اہل سے پوچھ لیا کرے۔ اس کا یہ حکم دونوں صورتوں کو شامل ہے کہ جو لوگ اہل ہوں وہ ان علماء سے دلائل بھی سیکھیں اور جو اہل نہ ہوں وہ محض ان کے اقوال پر اعتماد کر کے ان کے بتائے ہوئے مسائل پر عمل کریں جس کا نام تقلید ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے جو حضرات اپنے آپ کو اہل استنباط واجتہاد نہیں سمجھتے تھے وہ فقہاء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رجوع کرتے وقت ان سے دلائل کی تحقیق نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کے بتائے مسائل پر اعتماد کر کے عمل فرماتے تھے جس کی نظیریں آگے آرہی ہیں۔

(۲) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ الدَّيْنُ عَلَى الرَّجُلِ إِلَى أَجَلٍ فَيَضَعُ عَنْهُ صَاحِبُ الْحَقِّ وَيُعَجِّلُهُ الْآخَرُ فَكَرِهَ ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
(موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۷۹ ماجاء فی الربا فی الدین)

حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر کچھ میعادی قرض واجب ہے اور صاحب حق اس میں سے کسی قدر اس شرط پر معاف کرتا ہے کہ وہ میعاد سے پہلے ادائیگی کر دے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکو ناپسند کیا اور اس سے منع فرمایا۔

اس مثال سے جو مسئلہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا اس میں کوئی صریح حدیث مرفوع منقول نہیں۔ اس لئے یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا اجتہاد وقیاس تھا یہاں نہ سوال کرنے والے نے دلیل پوچھی نہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتائی اور یہی تقلید ہے۔

(۳) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَ عَنْ دُخُولِ الْحَمَّامِ فَقَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَكْرَهُهُ۔
(المطالب العالیہ للحافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۱۵ حدیث ۱۸۶)

عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ غسل کے لئے حمام میں داخل ہونا جائز ہے؟ انہوں نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے مکروہ کہتے تھے۔

ملاحظہ فرمائیے حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر تابعی نے صرف اتنا کہنے پر اکتفاء فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے مکروہ کہتے تھے اور اسکی کوئی دلیل نہیں بتائی حالانکہ اس بارے میں مرفوع احادیث بھی موجود ہیں اور ایک حدیث خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے (دیکھئے الفتح الربانی (تبویب مسند احمد رحمۃ اللہ علیہ) ج ۲ ص ۱۵۰ حدیث نمبر ۴۹۴)

(۴) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری

تعالی عنہ خرج حاجًا حتی اذ کان بالنازیۃ من طریق مکۃ اضل رواحلہ وانہ قدم علی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ یوم النحر فذکر ذالک لہ فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ اصنع ما یصنع المعتمر ثم قد تحللت فاذا ادرکک الحج قابلاً فحج واھد ما استیسر من الھدی۔

رضی اللہ تعالی عنہ حج کے ارادے سے نکلے یہاں تک کہ جب مکہ مکرمہ کے راستے میں نازیہ کے مقام تک پہنچے تو ان کی سواریاں گم ہوگئیں اور وہ یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) میں (جبکہ حج ہو چکا تھا) پہنچے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے واقعہ ذکر کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ تم وہ ارکان ادا کرو جو عمرہ والا ادا کرتا ہے یعنی طواف اور پھر آئندہ سال حج کرو اور جو قربانی میسر ہو ذبح کرو۔ (موطا امام مالک ص۱۴۹)

یہاں بھی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ نے مسئلے کی دلیل پوچھی اور نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے بتائی بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی کے علم وفہم پر اعتماد کر کے عمل فرمایا اسی کو تقلید کہتے ہیں۔

⑤ عن مصعب بن سعد قال کان ابی اذا صلی فی المسجد تجوز واتم الرکوع والسجود والصلوۃ واذا صلی فی البیت اطال الرکوع والسجود والصلوۃ قلت یا ابتاہ

حضرت مصعب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) جب مسجد میں نماز پڑھتے تو رکوع اور سجدہ تو پورا کر لیتے مگر اختصار سے کام لیتے اور جب گھر میں نماز پڑھتے تو

اذا صلیت فی المسجد جوزت واذا صلیت فی البیت اطلت؟ قال یا بنی انا ائمۃ یقتدی بنا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد للہیثمی رحمۃ اللہ علیہ ج ا ص۱۸۲ باب الاقتداء بالسلف)

رکوع سجدہ اور نماز کے دوسرے ارکان) طویل فرماتے میں نے عرض کیا اباجان آپ جب مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو اختصار سے کام لیتے ہیں اور جب گھر میں پڑھتے ہیں تو طویل نماز پڑھتے ہیں؟ ..... حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بیٹے ہم (لوگوں کے) امام ہیں لوگ ہماری اقتداء کرتے ہیں (یعنی لوگ ہمیں طویل نماز پڑھتے دیکھینگے تو اتنی لمبی نماز پڑھنا فروری سمجھینگے اور جا و بیجا اس کی پابندی شروع کر دیں گے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تمام لوگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کے صرف اقوال ہی کی تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ بڑے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کا صرف عمل دیکھ کر بھی اس کی تقلید کی جاتی تھی

اور ظاہر ہے کہ عمل دیکھ کر اس کی اقتداء کرنے میں دلائل کی تحقیق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اسی لئے یہ حضرات اپنے عمل میں بھی اتنی باریکیوں کا لحاظ رکھتے تھے۔

اسی طرح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں روایت ہے۔

⑥ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ رای علی طلحۃ بن عبید اللہ ثوبا مصبوغا وھو محرم فقال عمر رضی اللہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھا انہوں نے احرام کی حالت میں رنگا ہوا کپڑا پہن رکھا ہے

تَعَالیٰ عَنْہُ مَاھٰذَا الثَّوْبِ الْمَصْبُوْغِ یَاطَلْحَۃ؟ فَقَالَ طَلْحَۃُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰہِ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّمَا ھُوَ مَدَرٌ فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اِنَّکُمْ اَیُّھَا الرَّھْطُ اَئِمَّۃٌ یَقْتَدِیْ بِکُمُ النَّاسُ فَلَوْاَنَّ رَجُلاً جَاھِلاً رَاٰی ھٰذَا الثَّوْبَ لَقَالَ اِنَّ طَلْحَۃَ بْنَ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَدْ کَانَ یَلْبَسُ الثِّیَابَ الْمَصْبُوْغَۃَ فِی الْاِحْرَامِ لَا تَلْبَسُوْا اَیُّھَا الرَّھْطُ شَیْئًا مِنْ ھٰذِہِ الثِّیَابِ الْمَصْبُغَۃِ۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۲ احادیث عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے طلحہ یہ کیا رنگا ہوا کپڑا پہنے ہوئے ہو؟ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا امیر المومنین یہ تو گیرو ہے (جسمیں خوشبو نہیں ہوتی اور بغیر خوشبو کے رنگین کپڑے پہننا جائز ہے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ حضرات امام و مقتداء ہیں لوگ آپ کی اقتداء کرتے ہیں لہٰذا اگر کوئی ناواقف آدمی (آپ کے جسم پر) یہ کپڑے دیکھے گا تو وہ یہ کہے گا کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ احرام کی حالت میں رنگے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے (لہٰذا ہر قسم کے رنگین کپڑے پہننا جائز ہے چنانچہ وہ خوشبو والے رنگین کپڑے بھی پہننے لگیں گے) لہٰذا آپ حضرات اس قسم کے رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنا کریں۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اخاص قسم کے موزے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا:-

(۷) عَزَمْتُ عَلَیْکَ اَنْ نَزَعْتَھُمَا فَاِنِّیْ اَخَافُ یَنْظُرُ النَّاسُ

میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اتار دو اس لئے کہ مجھے خوف

اِلَیْکَ فَیَقْتَدُوْنَ بِکَ۔

ہے کہ لوگ تمہیں دیکھینگے تو تمہاری اقتداء کریں گے۔

(الاستیعاب لابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ - تحت الاصابۃ ج ۲ ص ۳۱۵ والاصابہ للحافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۳۶۱ واعلام الموقعین لابن قیم ج ۲ ص ۱۶۱)

تینوں واقعات میں اس بات کے واضح دلائل ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے جو حضرات علم و فقہ میں امتیازی مقام رکھتے تھے ان کے صرف اقوال اور فتوں کی نہیں بلکہ ان کے افعال کی بھی تقلید اور اتباع کی جاتی تھی جسمیں دلائل معلوم کرنے کا سوال ہی نہیں ہوتا اسی وجہ سے یہ حضرات اپنے عمل میں خود بھی بہت محتاط رہتے تھے اور دوسروں کو بھی محتاط رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔

(۸) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ بھیجا اور اہل کوفہ کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا:-

اِنِّیْ قَدْ بَعَثْتُ اِلَیْکُمْ بِعَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ اَمِیْرًا وَعَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ مُعَلِّمًا وَّوَزِیْرًا وَھُمَا مِنَ النُّجَبَاءِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَھْلِ بَدْرٍ فَاقْتَدُوْا

(کنز العمال ۲، ۳، سنن النسائی ج ۲ ص ۳۰۵، دارمی ج ۱ ص ۵۴)

میں نے تمہارے پاس عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنا کر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے اور یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں اور اہل بدر میں سے ہیں پس تم ان کی اقتداء کرو اور ان کی بات سنو۔

(۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قضاء کے اصول بتاتے ہوئے فرماتے ہیں :-

فَمَنْ عَرَضَ لَہٗ منکم قضاء بعد الیوم فلیقض بما فی کتاب اللہ فان جاءہ امر لیس فی کتاب اللہ فلیقض بما قضی بہ نبیّہ صلی اللہ علیہ وسلم فان جاءہ امر لیس فی کتاب اللہ ولا قضی بہ نبیہ صلّی اللہ علیہ وسلم فلیقض بما قضی بہ الصالحون فان جاءہ امر لیس فی کتاب اللہ ولا قضی بہ نبیہ صلّی اللہ علیہ وسلم ولا قضی بہ الصالحون فلیجتہد رأیہ۔

آج کے بعد جس شخص کو قضا کا معاملہ پیش آئے اسے چاہیئے کہ وہ کتاب اللہ سے فیصلہ کرے پھر اگر اس کے سامنے کوئی ایسا معاملہ آجائے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فیصلہ کیا ہو اس کے مطابق فیصلہ کرے اگر کوئی ایسا معاملہ آجائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ اس میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ ہو تو صالحین نے جو فیصلہ کیا ہو اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہو اور نہ صالحین نے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔

(سنن النسائی ج ۲ ص ۳۰۵ و سنن الدارمی ج ۱ ص ۵۴)

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار درجے بیان فرمائے ہیں ۔ پہلے قرآن کریم پھر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پھر صالحین کے فیصلے پھر اجتہاد و قیاس ۔ یہاں ایک بات بطور خاص

قابلِ غور ہے اور اس بات میں کسی بھی ہوشمند کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ پہلے کتاب اللہ اور پھر سنت کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے سنت سے بالکل قطع نظر کرلی جائے یعنی کتاب اللہ کا مفہوم صرف اپنی رائے سے متعین کیا جائے ۔ اور اگر سنت کا اس مفہوم کے خلاف نظر آئے تو اسے چھوڑ دیا جائے بلکہ باتفاق علماء اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ کی تفسیر میں سنت سے کام لیا جائے گا اور کتاب اللہ کی تشریح سنّت کی روشنی میں کی جائے گی ۔ ورنہ کہا جائے گا کہ زانی کا حکم قرآن شریف میں موجود ہے کہ اس کو سَو کوڑے لگائے جائیں لہٰذا سنت کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں اور رجم کا حکم (معاذ اللہ) کتاب اللہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے بے اصل ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہ طرز استدلال باجماع امت غلط ہے

بالکل اسی طرح صالحین کے فیصلوں کو تیسرے نمبر پر رکھنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کتاب و سنت کی تشریح کرتے ہوئے صالحین کے فیصلوں سے بالکل قطع کرلی جائے بلکہ اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ کتاب و سنّت کی تشریح صالحین کے فیصلوں کی روشنی میں کی جائے اور تقلید کا حاصل بھی یہی ہے کہ کتاب و سنت کے جو احکام قطعی طور پر واضح نہ ہوں انکے مختلف ممکنہ معانی میں سے کسی ایک معنی کو معین کرنے کے لئے کسی مجتہد کے قول کا سہارا لیا جائے جیسا کہ پیچھے اس کی تشریح گزر چکی ہے ۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم اس شخص کو دیا ہے جسے قضاء کے منصب پر فائز کیا گیا ہو لہٰذا اس سے یہ معلوم ہوا کہ تقلید صرف جاہل اور ان پڑھ ہی کا کام نہیں بلکہ علماء کو بھی اپنی اجتہادی آراء پر بھروسہ کرنے کی بجائے

اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے اسلاف کی طرف رجوع کرنا چاہیئے ۔ (یہ اور بات ہے کہ ایک بالکل جاہل شخص کی تقلید اور ایک عالم کی تقلید میں فرق ہوتا ہے جسکی تشریح آگے آرہی ہے ۔)

(۱۰) حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

کان ابن عمر رضی اللہ عنہ لا یقرأ خلف الامام ۔ قال فسألت القاسم بن محمد عن ذلک فقال ان ترکت فقد ترکہ ناس یقتدی بھم وان قرأت فقد قرأ ناس یقتدی بھم وکان القاسم ممن لا یقرأ ۔

(موطا امام محمد ص ۹۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے تو میں نے حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں پوچھا ایپر انہوں نے فرمایا اگر تم (امام کے پیچھے) قرأت ترک کرو (تو بھی گنجائش ہے) کیونکہ بہت ایسے لوگوں نے قرأت خلف الامام کو ترک کیا ہے جو قابل اقتداء ہیں اور اگر قرأت کرو تب بھی گنجائش ہے) کیونکہ بہت سے ایسے لوگوں نے قرأت کی ہے جو قابل اقتداء ہیں اور خود قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ قرأت خلف الامام کے قائل نہ تھے ۔

ملاحظہ فرمائیے ! حضرت قاسم بن محمد کبار تابعین اور مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں اور ان کا یہ مقولہ صراحۃً اس پر دلالت کر رہا ہے جہاں دلائل متعارض ہوں وہاں جس کسی امام کی (نیک نیتی کے ساتھ) تقلید کرلی جائے جائز ہے ۔

کنز العمال میں طبقات ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے روایت ہے ۔

(۱۱) عَنِ الْحَسَنِ اَنَّہٗ سَأَلَہٗ رَجُلٌ اَتَشْرَبُ مِنْ مَاءِ ھٰذِہِ السِّقَایَۃِ الَّتِیْ فِی الْمَسْجِدِ فَاِنَّھَا صَدَقَۃٌ قَالَ الْحَسَنُ قَدْ شَرِبَ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ مِنْ سِقَایَۃِ اُمِّ سَعْدٍ فَمَا ؟

(کنز العمال ج ۳ ص ۳۱۸ کتاب الزکوٰۃ فصل فی المعروف)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا! کیا آپ مسجد سے پانی پیتے ہیں؟ حالانکہ وہ تو صدقہ کا ہے! حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُمّ سعد رضی اللہ عنہ کی سبیل سے پانی پیا ہے اگر میں نے پی لیا تو کیا ہوا؟

ملاحظہ فرمائیے کہ یہاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کے سوا کوئی دوسری دلیل پیش نہیں کی گویا حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید فرمائی ۔

یہ چند مثالیں سرسری طور سے عرض کردی گئیں ورنہ کتب آثار ایسے واقعات سے لبریز ہیں ۔

ابن القیم کا بیان ہے ۔

وَالَّذِیْنَ حُفِظَتْ عَنْھُمُ الْفَتْوٰی مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِائَۃٌ وَّنَیِّفٌ وَّثَلٰثُوْنَ نَفْسًا مَا بَیْنَ رَجُلٍ وَّامْرَأَۃٍ ۔

(اعلام الموقعین لابن القیم ۱ ص ۹)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے جن حضرات کے فتوی محفوظ ہیں ان کی تعداد ایک سو تیس سے کچھ اوپر ہے ان میں مرد بھی داخل ہیں اور عورتیں بھی

اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ان فتووں میں دونوں طریقے رائج تھے بعض اوقات یہ حضرات فتویٰ کے ساتھ کتاب وسنت سے اس کی دلیل بھی بیان فرماتے اور بعض اوقات دلیل بتائے بغیر صرف حکم کی نشاندہی فرما دیتے جسکی چند مثالیں اوپر گزری ہیں اور مزید بہت سی مثالیں موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، مصنف عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ، مصنف ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ، شرح معانی الآثار للطحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور المطالب العالیہ للحافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ میں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

تقلید شخصی کا بیان

مذکورہ مثالیں تو تقلید مطلق کی تھیں۔ یعنی ان مثالوں میں صحابہ کرام وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کسی فرد واحد کو معین کر کے اس کی تقلید نہیں کی بلکہ کبھی کسی عالم سے مسئلہ پوچھ لیا۔ اور کبھی کسی اور سے اس طرح تقلید شخصی کی بھی متعدد مثالیں قرآن واحادیث میں ملتی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ۔ اور اسکی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا (القرآن)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کی اتباع (تقلید) ضروری ہے۔ حکم عام ہے کیونکہ آیت میں کوئی قید نہیں ہے اسی آیت سے تقلید شخصی ثابت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تقلید شخصی اعلیٰ چیز ہے کیونکہ جتنے بھی اولیاء اللہ (ومحدثین) گزرے ہیں سب ہی مقلد تھے (نور العرفان برحاشیہ کنز الایمان سورہ لقمان)

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ بحوالہ مسلم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

(۱) مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَىٰ رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ وَيُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ۔

جو تمہارے پاس آوے حالانکہ تم ایک شخص کی اطاعت پر متفق ہو۔ وہ چاہتا ہو کہ تمہاری لاٹھی توڑ دے اور تمہاری جماعت کو متفرق کر دے تو اسکو قتل کردو

(رواہ مشکوٰۃ ومسلم)

جنکی اطاعت کی جائے سے مراد امام اور علماء دین ہی ہیں کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت خلاف شرع احکام میں جائز نہیں ہے۔

امام مسلم نے کتاب الامارۃ میں ایک باب باندھا "بَابُ وُجُوْبِ طَاعَةِ الْاُمَرَاءِ فِیْ غَیْرِ مَعْصِیَةٍ" یعنی امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی امام کی اطاعت ضروری ہے۔ (مسلم)

فتح القدیر میں ہے

جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا مالک ہو پھر ان پر کسی کو حاکم بنائے حالانکہ جانتا ہو کہ مسلمانوں میں اس سے زیادہ مستحق اور قرآن وحدیث کا جاننے والا ہے تو اس نے اللہ ورسول علیہ السلام اور عام مسلمانوں کی خیانت کی۔ (فتح القدیر)

مشکوٰۃ شریف کتاب الامارۃ فصل اوّل میں ہے۔

(۲) مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِیْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (رواہ مشکوٰۃ)

جو مر جائے حالانکہ اس کے گلے میں کسی کی بیعت نہ ہو وہ جہالت کی موت مرا۔

اس میں امام کی بیعت یعنی تقلید اور بیعت اولیاء سب ہی داخل ہیں ورنہ بتاؤ فی زمانہ ہندوستانی وہابی کس سلطان کی بیعت میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جھگڑا لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ان کے درمیان فیصلہ کر دو تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم میں فیصلہ کروں

آپ کی موجودگی میں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس بات پر کہ اگر تو صواب کو پہنچا تو تیرے واسطے دس نیکیاں ہیں اور اگر تیرے اجتہاد میں غلطی ہو گئی تو پھر بھی تجھے ثواب ہے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ (مستدرک ۴/۵۸)

حضور نے تقلید کا حکم صادر فرمایا

معلوم ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موجودگی میں ہی اپنے مطیعین کی اطاعت و تقلید کا حکم صادر فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ نے فرمایا اے علی ان لوگوں کو امور شریعت سکھانا اور ان کے درمیان فیصلہ بھی کرنا حضرت علی رضی اللہ نے عرض کیا کہ حضرت مجھے علم قضا نہیں آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینے پر دست مبارک مارا۔ پھر فرمایا اے اللہ اس کو قضا کی راہ دکھا دے یہ حدیث صحیح ہے جس شرط پر شیخین روایت کرتے ہیں۔ لیکن انہوں نے بیان نہ فرمایا۔ (مستدرک ۴/۸۸)

مشکوٰۃ شریف، باب العمل فی القضا والخوف منہ میں ہے۔

(۳) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں حاکم بنا کر بھیجا تو دریافت فرمایا کہ جب تمہارے سامنے کوئی معاملہ پیش ہوگا تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے۔ تو انہوں نے عرض کیا میں قرآن مجید سے فیصلہ دیا کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس کا فیصلہ تمہیں قرآن مجید میں دکھائی نہ دے تو پھر فیصلہ کس طرح دو گے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ اور سنت دونوں میں نہ ملے، عرض کیا اس وقت اپنی رائے سے اجتہاد و استنباط کروں گا اور حق تک پہنچنے کی کوشش میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفرطِ مسرت سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر اپنا دستِ مبارک مارا اور فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے جسنے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو اس کام کی توفیق بخشی جس سے اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہے۔ (جامع ترمذی، ابوداؤد، ومشکوٰۃ)

یہ واقعہ تقلید و اجتہاد کے مسئلہ میں ایک شمع ہدایت ہے کہ اس پر جتنا غور کیا جائے اس مسئلہ کی گتھیاں سلجھتی چلی جاتی ہیں یہاں اس واقعہ کے صرف ایک پہلو پر توجہ دلانا مقصود ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کے لئے اپنے فقہاء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے صرف ایک جلیل القدر صحابی کو بھیجا اور انہیں حاکم و قاضی اور معلم و مجتہد بنا کر اہل یمن پر لازم کر دیا کہ وہ ان کی اتباع کریں۔ انہیں صرف قرآن و سنّت ہی نہیں بلکہ قیاس و اجتہاد کے مطابق فتویٰ صادر کرنے کی اجازت عطا فرمائی اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو نہ صرف ان کی تقلید شخصی کی اجازت دی بلکہ تقلید کو ان کے لئے لازم فرما دیا۔

تقلید شخصی اور صحابہ

صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ہذیل بن شرجبیل رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کچھ لوگوں نے ایک مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے جواب تو دیا مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھ لو۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت عبداللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بھی وہ مسئلہ پوچھا۔ اور ساتھ ہی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی رائے بھی ذکر کر دی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو فتویٰ دیا وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے فتوے کے خلاف تھا لوگوں نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فتوے کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا۔

④ لَا تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هٰذَا الْحِبْرُ فِيكُمْ۔ (رواہ مشکوٰۃ)

جبتک یہ متبحر عالم (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) تمہارے درمیان موجود ہیں اسوقت تک مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو۔

اور مسند احمد وغیرہ کی روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ

⑤ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ مَا دَامَ هٰذَا الْحِبْرُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ۔

یعنی جب تک یہ متبحر عالم تمہارے درمیان موجود ہیں مجھ سے کچھ نہ پوچھا کرو۔

(صحیح بخاری کتاب الفرائض ج ۲ ص ۹۹۰، مسند احمد ج ۱ ص ۴۶۴)

ملاحظہ فرمائیے یہاں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس بات کا مشورہ دے رہے ہیں کہ جب تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ زندہ ہیں اس وقت تک تمام مسائل انہی سے پوچھا کرو، اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

اسی سے بلاشبہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تقلید شخصی عہدِ صحابہ کرام میں بھی موجود تھی منع نہ تھی۔

صحیح بخاری میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

⑥ إِنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ سَأَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

یعنی اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس عورت کے بارے میں

عَنْ اِمْرَاَۃٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ
قَالَ لَھُمْ تَنْفِرُ قَالُوْا لَا نَاْخُذُ
بِقَوْلِکَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَیْدٍ
(بخاری)

سوال کیا جو طوافِ فرض کے بعد حائضہ ہوگئی ہو۔ کہ وہ طواف وداع کیلئے پاک ہونے تک انتظار کرے یا طوافِ وداع اس سے ساقط ہو جائیگا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ طواف وداع کے بغیر جاسکتی ہے اہل مدینہ نے کہا کہ ہم آپکے قول پر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کو چھوڑ کر عمل نہیں کریں گے

اور یہی روایت معجم اسماعیل میں عبدالوہاب الثقفی کے طریق سے مروی ہے اس میں اہل مدینہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

⑦ لا نبالی أفتنا أو لم تفتنا
زید بن ثابت یقول لا تنفر
(فتح الباری ج ۳ ص ۴۶۸
و
عمدۃ القاری ج ۴ ص ۷۷۷)

ہمیں پرواہ نہیں کہ آپ فتویٰ دیں یا نہ دیں۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ وہ طواف وداع کے بغیر نہیں جاسکتی۔

اور یہی واقعہ مسند ابوداؤد طیالسی میں بروایت قتادہ رضی اللہ عنہ منقول ہے، اس میں اہل مدینہ کے یہ الفاظ مروی ہیں۔

لا نتابعک یا ابن عباس
وانت تخالف زیداً۔ فقال
سلوا صاحبتکم ام سلیم
(مسند ابوداؤد الطیالسی)

ابن عباس رضی اللہ عنہ جس معاملے میں آپ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مخالفت کررہے ہیں اس میں آپ کی اتباع نہیں کریں گے اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (مدینہ پہنچ کر) ام سلیم رضی اللہ عنہ

سے پوچھ لینا کہ جو جواب میں نے دیا ہے وہ درست ہے۔

اس واقعے میں اہل مدینہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے دو باتیں وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کیا کرتے تھے۔ اور ان کے قول کے خلاف کسی کے قول پر عمل نہیں کرتے تھے۔ دوسرا یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی ان حضرات پر کوئی اعتراض نہ فرمایا کہ تم تقلید شخصی کیوں کر رہے ہو۔

⑧ سنن ابوداؤد میں روایت ہے حضرت عمرو بن میمون الأودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہمارے پاس یمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر آئے فرماتے ہیں کہ میں نے نماز فجر میں ان کی تکبیر سنی وہ بھاری آواز والے تھے میرے دل میں قدرت کی طرف سے ان کی محبت پیوست کردی گئی اس کے بعد میں ان سے اس وقت تک جدا نہیں ہوا جب تک ان کا انتقال نہیں ہوگیا، اور انہیں میں نے شام میں دفن نہیں کردیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ان کے بعد سب سے بڑے فقیہہ کون ہیں تو میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں کے ساتھ لگا رہا یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۶۲ مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۱)

اس روایت میں حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد میں نے دیکھا کہ سب سے بڑا فقیہ کون ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس مسلسل رہنا ان سے مسائلِ

فقہ معلوم کرنے کیلئے تھا لہٰذا جب تک حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی صحبت میسر رہی اس وقت تک وہ فقہی مسائل میں صرف انہی کی طرف رجوع کرتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ افقہ نظر آئے اسلئے ان کی طرف رجوع فرمایا۔ ایک وقت میں صرف ایک فقیہ سے رجوع کرنا تقلیدِ شخصی کی واضح نظیر ہے۔

چند متفرق نظیریں

اسی طرح بہت سے حضراتِ تابعین سے منقول ہے کہ ان میں سے کسی نے ایک صحابی کو اپنا مقتداء بنایا ہوا تھا، اور کسی نے دوسرے صحابی کو چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

مَنْ سرّہ ان یأخذ بالوثیقۃ فی القضاء فلیأخذ بقول عمر رضی اللہ عنہ	جو چاہے کہ صحیح فیصلہ پر عمل کرے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر عمل کرے۔

(اعلام الموقعین لابن القیم ج ۱ ص ۱۵)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:۔

اذا اختلف الناس فی شئی فانظروا ما صنع عمر فخذوا بہ	جب کسی معاملہ میں لوگوں میں اختلاف ہو تو حضرت عمر کے فیصلہ پر عمل کرو۔

(ایضاً حوالہ مذکور)

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

انہ کان لا یعدل بقول عمر	جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت

رضی اللہ عنہ وعبد اللہ اذا اجتمعا فاذا اختلفا کان قول عبد اللہ رضی اللہ عنہ اعجب الیہ۔ (اعلام الموقعین لابن قیم ج ۱ ص ۱۳،۱۴)	عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کسی مسئلے میں متفق ہوں تو حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ انکے برابر کسی کے قول کو نہیں سمجھتے تھے اور جب دونوں میں اختلاف ہوتا تو انکو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا قول اختیار کرنا زیادہ پسند آتا۔

تقلیدِ شخصی کا رواج

دوسری صدی ہجری میں جب علماء ربانیین نے بالہام خداوندی، اصول و فروع کی تدوین، اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ، بتدریج شروع فرمایا تب بعض بعض مسائل کے ایسے مجموع پائے جانے لگے جن کے ذریعہ ائمہ مجتہدین کے قابل ترین اور لائق تلامذہ نے اپنے اپنے اساتذہ اور اکابر کے مذاہب و مسالک کی بقا اور ترویج میں سعی بلیغ شروع کر دی اس طرح دوسری صدی ہجری کے بعد اکثر لوگوں میں تقلید شخصی کے رواج کی ابتدا ہوئی لیکن اسوقت چونکہ مذاہب مدوّنہ کا اس قدر عام رواج نہ ہو سکا تھا کہ ہر جگہ اور ہر شخص کو بآسانی دستیاب ہو سکیں اور نیز مجتہدین کی تعداد بھی غیر محصور تھی اس لئے جن لوگوں کو مذاہب مدوّنہ پورے طور پر میسر نہ ہو سکے وہ اس وقت بھی حسب دستور سابق تقلید غیر شخصی پر عامل رہے اور بہتوں نے ایک ایک مذہب کی پابندی کر کے تقلید شخصی کا التزام کر لیا اور پھر یہ تقلید شخصی بھی ان چار مذاہب میں منحصر نہ تھی کیونکہ ان مذہب کے علاوہ اس وقت اور بھی بعض مجتہدین کے مذاہب پائے جاتے تھے چوتھی صدی ہجری تک یہی رواج رہا۔

تقلید شخصی کا انحصار مذاہب اربعہ میں

چوتھی صدی ہجری میں جب کہ مذاہب اربعہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کی کتب فقہ مدوّن ہو کر اقطار عالم میں پھیل گئیں اور ان مذاہب اربعہ میں سے کسی نہ کسی مذہب پر ہر جگہ اور ہر شخص کے لئے عمل کرنا سہل اور آسان ہو گیا اور بتقدیر الٰہی، ان چار ائمہ مجتہدین، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذاہب کے سوا باقی تمام مذاہب جو چوتھی صدی ہجری سے قبل کچھ نہ کچھ پائے جاتے تھے اسباب حفاظت کی کمی یا اور کسی وجہ سے ختم ہو گئے۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ مشیتِ ایزدی اسی میں تھی کہ جس کا باقی رہنا مقصود تھا باقی رہا ورنہ فنا ہو گیا اور اہل سنت وجماعت میں ان چار مذاہب کے سوا اور کوئی مذہب مروج اور معمول بہ نہ رہا اور بوجہ عدم ضرورت اجتہاد میں بھی کمی آگئی۔ تب چوتھی صدی میں ان چاروں ائمہ کے مذاہب میں تقلید شخصی کا انحصار ہو گیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بجز مذاہب اربعہ کے دوسرے تمام مذاہب تقریباً معدوم ہو گئے تب ان ہی چاروں کا اتباع سواد اعظم کا اتباع قرار پایا اور ان سے باہر ہونا سوادِ اعظم سے نکلنا ہوا۔ (عقد الجید)

علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں لکھتے ہیں۔

دیار و امصار میں ان ہی ائمہ اربعہ میں تقلید منحصر ہو گئی اور ان کے سوا جو

امام تھے ان کے مقلد بنے اور لوگوں نے اختلافات کے دروازے اور راستے بند کر دیئے۔ (مقدمہ تاریخ ابن خلدون)

مذاہب اربعہ میں تقلید شخصی کا رواج فضل ربانی ہے

مسائل اجتہادیہ غیر منصوصہ میں مجتہد سے کسی بھی صورت میں استغنا نہیں ہو سکتا اور ائمہ کے ماسوا باقی تمام مذاہب جن میں مذاہب حقہ بھی تھے چوتھی صدی ہجری تک ختم ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے لوگوں میں ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی کی محبت پیدا کر دی اور ان کے دین کو اتباع ہوا سے بچا لیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الانصاف میں فرماتے ہیں۔

ائمہ مجتہدین کے مذاہب کا پابند ہونا ایک راز خداوندی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے قلوب میں الہام فرمایا ہے اور اس پر ان کو مجتمع کر دیا ہے۔ (الانصاف)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

مجتہدین کی چوتھی علامت یہ ہے کہ ان کے لئے قبولیت آسمان سے نازل ہو (بایں طور) کہ ان کے علم کی طرف علماء مفسرین، محدثین اور ارباب اصول، وحفاظِ کتب حدیث وفقہ گروہ درگروہ مائل ہو جائیں اور اس مقبولیت اور علماء کی توجہ پر زمانہ ہائے دراز گزر جائیں کہ یہ قبولیت دلوں کی تہہ میں بیٹھ جائے۔ سو الحمد للہ یہ علامت ائمہ اربعہ میں پوری طرح

پائی جاتی ہے۔ لہٰذا مذاہب اربع عند اللہ مقبول ہیں۔

عمل مسلمین

یہ تو چند آیات واحادیث تھیں اس کے علاوہ اور بھی پیش کی جاسکتی ہیں مگر اختصاراً اس پر قناعت کی جاتی ہے اب امت کا عمل دیکھئے، تو تبع تابعین کے زمانے سے اب تک ساری امت مرحومہ اسی تقلید کی عامل ہے کہ جو خود مجتہد نہ ہو وہ ایک مجتہد کی تقلید کرے اور اجماع امت پر عمل کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور ضروری ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اور جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے بعد اس کے حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جُدا راستہ چلے ہم اُس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور اس کو دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی جگہ بری پلٹنے کی ہے۔ (القرآن۔ پ ۵ سورۃ النساء)

اس سے معلوم ہوا جو راستہ عام مسلمانوں کا ہو اس کو اختیار کرنا فرض ہے اور تقلید پر تو مسلمانوں کا اجماع ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنت میں ہے۔

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔ (مشکوٰۃ)

بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو اس بڑی جماعت سے علیحدہ رہا وہ علیحدہ کر کے جہنم میں بھیجا جائے گا۔

نیز حدیث میں ہے:۔

مَا رَاٰہُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَہُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ۔

جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

چنانچہ دیکھ لیجئے کہ آج بھی اور اس سے پہلے بھی عام مسلمان تقلید شخصی ہی کو اچھا جانتے آئے اور مقلد ہی ہوئے آج بھی عرب وعجم میں مسلمان تقلید شخصی ہی کرتے ہیں ہمیشہ ہر طبقہ کے مسلمان مقلد ہوئے محدثین مفسرین فقہاء اولیاء اللہ ان میں کوئی بھی غیر مقلد نہیں ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب تھے۔ فقہ شافعی انہوں نے اپنے استاد حمیدی سے حاصل کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب تھے۔ (کتاب انصاف)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بھی شافعی المذہب تھے۔ (الانصاف)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ حنبلی المذہب تھے۔ (تاریخ ابن خلکان، انصاف، بستان المحدثین)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اختلاف ہے بعض حنفی کہتے ہیں بعض شافعی امام نووی نے اشارۃً فرمایا کہ امام بخاری شافعی ہیں۔ (الانصاف)

ابن ماجہ اور دارمی رحمۃ اللہ علیہما حنبلی المذہب تھے۔ (الانصاف)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب تھے۔ (البستان المحدثین، جامع الاصول، شرح سفر السعادۃ)

بعض نے فرمایا کہ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارقطنی وغیرہ تمام محدثین شافعی ہیں۔ (جاء الحق)

امام طحاوی و امام زیلعی عینی شارح بخاری، طیبی، علی قاری، عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم تمام محدثین حنفی ہیں۔ تفسیر مدارک، تفسیر صاوی کے مفسرین حنفی ہیں۔ تفسیر کبیر، تفسیر خازن، تفسیر بیضاوی، جلالین، تنویر المقیاس کے مفسرین شافعی ہیں

عقلی دلائل

دنیا میں کوئی شخص، کوئی بھی کام بغیر دوسرے کی پیروی کے نہیں کر سکتا ہر ہنر ہر علم کے قواعد ہوتے ہیں سب میں اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوتی ہے جیسے اطباء علم طب میں بو علی سینا کی، شعراء داغ امیر وغیرہ کی نحوی و صرفی علماء سیبویہ اور خلیل کی پیروی کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر پیشہ ور اپنے پیشہ میں اس فن کے ماہرین کی پیروی کرتا ہے یہ تقلید دنیاوی ہے دین کا معاملہ تو دنیا سے کہیں زیادہ مشکل ہے اس میں بھی اس کے ماہرین کی تقلید کرنا ہوگی علم حدیث میں بھی تقلید ہے کہ فلاں حدیث اس لئے ضعیف ہے کہ امام بخاری یا امام مسلم یا فلاں محدث رحمۃ اللہ علیہم نے فلاں راوی کو ضعیف فرمایا ہے ان کا قول ماننا ہی تو تقلید ہے۔ نماز میں جب جماعت ہوتی ہے تو امام کی تقلید سب مقتدی کرتے ہیں حکومت اسلامی میں تمام مسلمان ایک بادشاہ کی تقلید کرتے ہیں۔ ریل میں بیٹھتے ہیں تو ایک انجن کی ساری ریل والے تقلید کرتے ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ قرآن و حدیث طب ایمانی کی دوائیں ہیں جب طب یونانی کی دوائیں ہر شخص اپنی رائے سے نہیں لے سکتا اگر لے گا تو جان سے ہاتھ دھوئے گا ایسے ہی قرآن و حدیث سے ہر شخص مسئلہ نہیں نکال سکتا اگر نکالے گا تو ایمان سے ہاتھ دھوئے گا۔ تیسرا یہ کہ قرآن و حدیث سمندر ہیں جیسے سمندر سے ہر شخص موتی نہیں نکال سکتا ایسے ہی قرآن و حدیث سے ہر شخص مسئلہ نہیں نکال سکتا، موتی سمندر سے نہ ملیں گے بلکہ جوہری کی دوکان سے۔ ایسے ہی تمہیں مسائل قرآن و حدیث سے نہ ملیں گے بلکہ امام ابو حنیفہ

و شافعی وغیرہ رضی اللہ عنہم کی دوکانوں سے ملیں گے۔ چوتھا یہ ہے کہ دنیا میں ہر شخص کسی پیشوا کا مقلد ہوتا ہے کھانا پکانا، کپڑا سینا، پہننا غرض یہ کہ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں جس میں اسکے ماہرین کی تقلید نہ کی جاوے۔ پانچواں یہ ہے کہ بظاہر احادیث میں اتنا تعارض معلوم ہوتا ہے کہ عقل عاجز ہو جاتی ہے۔ ایک مسئلہ کے متعلق جب احادیث دیکھی جائیں تو عقل کو چکر آجاتے ہیں اگر تقلید نہ کی جائے صرف حدیثیں دیکھی جائیں تو حیرانی ہوتی ہے کہ کس پر عمل کیا جائے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر ایک رکعت پڑھتے تھے یا پانچ یا سات؟ عام آدمی نہ سمجھے گا یہ کام مجتہد کا ہے کہ دیکھے کونسی حدیث ناسخ ہے کونسی منسوخ۔ کونسی حدیث ظاہری معنی پر ہے کونسی واجب التاویل۔ حدیث پر وہ عمل کرے جو مزاج شناسِ رسول ہو اور راز دار رسول ہو۔ مزاج شناسی ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ بغیر تقلید کے کوئی کام نہ کیا جائے۔

فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

اس آیت کے تحت مصنف معارف القرآن نے لکھا:۔

"اس جگہ اگرچہ ایک خاص مضمون کے بارے میں آیا ہے مگر الفاظ عام ہیں جو تمام معاملات کو شامل ہیں اس لئے قرآنی اسلوب کے اعتبار سے درحقیقت یہ اہم ضابطہ ہے جو عقلی بھی ہے نقلی بھی۔ جو لوگ احکام کو نہیں جانتے وہ جاننے والوں سے پوچھ کر عمل کریں اسی کا نام تقلید ہے یہ قرآن کا واضح حکم بھی ہے اور آگے لکھا کہ عقلاً بھی اس کے سوا عمل کو عام کرنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ (معارف القرآن۔ جلد پنجم ص ۳۳۳)

غرض یہ کہ انسان ہر کام میں مقلد ہے اور خیال رہے کہ ان سب

صورتوں میں تقلید شخصی ہے نماز کے امام دو نہیں ہیں بادشاہ اسلام دو نہیں تو شریعت کا امام ایک شخص ہو گا دو کس طرح مقرر ہو سکتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الجہاد میں ہے۔

اِذَا کَانَ ثَلٰثَۃٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَھُمْ۔ (مشکوٰۃ) — جبکہ تین آدمی سفر میں ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں۔

(وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ)

فہرست مآخذ

۱۔ القرآن الکریم
۲۔ کنز الایمان
۳۔ تفسیر کبیر
۴۔ احکام القرآن
۵۔ تفسیر خازن
۶۔ تفسیر در منثور
۷۔ تفسیر روح البیان
۸۔ تفسیر روح المعانی
۹۔ معالم التنزیل
۱۰۔ تفسیر ابن عباس
۱۱۔ تفسیر صاوی
۱۲۔ کشّاف
۱۳۔ تفسیر الحسنات
۱۴۔ نور العرفان
۱۵۔ تفسیر نعیمی
۱۶۔ تفسیر حقانی
۱۷۔ معارف القرآن
۱۸۔ بخاری شریف
۱۹۔ مسلم شریف
۲۰۔ جامع ترمذی
۲۱۔ ابو داؤد
۲۲۔ ابن ماجہ
۲۳۔ سنن نسائی
۲۴۔ تیسیر التحریر
۲۵۔ فتح الباری
۲۶۔ عمدۃ القاری
۲۷۔ مؤطا امام مالک
۲۸۔ مؤطا امام محمد
۲۹۔ سنن دارمی
۳۰۔ شرح نووی
۳۱۔ مشکوٰۃ شریف
۳۲۔ مسند امام احمد
۳۳۔ طبرانی اوسط
۳۴۔ ابو داؤد طیالسی
۳۵۔ مستدرک
۳۶۔ کنز العمال
۳۷۔ مرأۃ شرح مشکوٰۃ
۳۸۔ مرقات شرح مشکوٰۃ
۳۹۔ مجمع الزوائد
۴۰۔ الاستیعاب
۴۱۔ الاصابۃ
۴۲۔ بستان المحدثین
۴۳۔ فتح القدیر
۴۴۔ الانصاف
۴۵۔ المستصفٰی
۴۶۔ شرح عقائد جلالی
۴۷۔ حُسامی
۴۸۔ نامی شرح حُسامی
۴۹۔ جامع الاصول
۵۰۔ تاریخ ابن خلکان
۵۱۔ شرح سفر السعادۃ
۵۲۔ اعلام الموقعین
۵۳۔ مقدمہ شامی
۵۴۔ نور الانوار
۵۵۔ فتوٰی الغفار
۵۶۔ لسان العرب
۵۷۔ انشراح الفنون
۵۸۔ جاء الحق
۵۹۔ تقلید ائمہ ملت
۶۰۔ سُنّی بہشتی زیور

خلیل ملت حضرت علامہ مفتی اعظم مفتی محمد خلیل خاں برکاتی علیہ الرحمۃ کا ایک فتویٰ جس میں امت محمدیہ کیلئے گمراہوں سے بچنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص زید حضرت ابراہیم بن ادہم، حضرت رابعہ بصری، حضرت معروف کرخی، حضرت جنید بغدادی، حضرت ابوبکر شبلی، حضرت داتا گنج بخش، حضرت امام غزالی، حضرت عبدالقادر جیلانی، حضرت کبیر احمد رفاعی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ بختیار کاکی، مولانا جلال الدین رومی، خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت حسن دہلوی، حضرت عبدالحق محدث دہلوی، خواجہ باقی باللہ، شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ وغیرہ بزرگان دین کے بارے میں کہتا ہے کہ

"آج جو دین اسلام کے نام سے اس دنیا میں پایا جاتا ہے وہ انہیں حضرات کا ایجاد کردہ ہے قرآن و حدیث کے دین سے بالکل الگ یکسر ممتاز۔"

کیا زید جو مذکورہ بالا نظریہ رکھتا ہے مسلمان ہے یا مرتد؟ ایسے شخص کی محفل میں بیٹھنا، تقریر سننا، تحریر پڑھنا عند الشرع کیسا ہے؟ جو شخص زید کے بیان کو صحیح سمجھتا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز زید کا جانی و مالی تعاون کرنا کیسا ہے؟ بتائیے ایک اسلامی حکومت کی مذہبی قانونی زید اور اس جیسے لوگوں کے بارے میں کیا ذمہ داری ہے؟ بینوا توجروا۔

مستفتی: محمد انیس عبدالغفار
تیسری منزل، محمد مینشن، بالمقابل
بخاری مسجد، بولٹن مارکیٹ، کراچی ۲

دارالافتاء
خلیل
اللہ
برکاتی

3657/5
18 APR 1984

۷۸۶ الجواب: اسلام اور اسلامی تعلیمات اور ان کی تمام تفصیلات، صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیں۔ صحابہ کرام نے تابعین کو، تابعین نے تبع تابعین کو پہنچائیں۔ اسی طرح ہر قرن، ہر دور میں ہوتا رہا۔ تا آنکہ اسلام ہم تک پہنچا۔ اگر ان واسطوں کو درمیان سے نکال دیا جائے تو نہ قرآن رہے نہ ایمان، نہ اسلام بچے، نہ تعلیم اسلام۔ شریعت مطہرہ کی ساری عمارت ہی زمین پر آ رہے۔ تو پھر وہ مرکب کیا خدا کی خدائی سے کہیں دور نکل جائے۔ اسے قرآن و حدیث کس طرح ملا اور اس نے کیوں کر جانا کہ قرآن کیا ہے۔ حدیث کیا، اسلام کیا ہے۔ ایمان کیا۔ کہیں در پردہ نئی نبوت کا مدعی یا اس کا کوئی ہرکارہ تو نہیں کہ ساری دنیا کے مسلمانوں سے کٹ کر نئی راہ چلتا ہے۔ اگر اسے قرآن پر ایمان ہے تو وہ قرآنی فیصلہ سن لے۔ ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم۔ کہ جو سب مسلمانوں کی راہ کے علاوہ کوئی اور راہ چلیگا ہم اسے جہنم میں داخل کر دینگے۔ پھر سورہ فاتحہ کے آغاز ہی میں صراط مستقیم کی تشریح خود فرما دی کہ صراط الذین انعمت علیھم۔ بتلا بتائیں تو وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام کیا، خیریت تو مسلمانوں پر ہے کہ یہ سب کچھ سنیں اور مومن ہونے پہلے کا موقع دیں۔ ایسے بے دین کو وہاں پکڑ کر اپنی محفل سے نکال باہر کریں۔ اسی میں ان کی فلاح ہے۔ اور یہی راہ نجات۔ یہی حکم ہے قرآن و حدیث کا۔ ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ ان سے دور بھاگو، انہیں دور بھگاؤ۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی عفی عنہ ۱۴ رجب ۱۴۰۴ھ

دِل کا عِلاج

غیر مقلدین وہابیہ دیابنہ کے دلوں کی بیماری کو ظاہر کرنے والا

رسالہ

— تصنیف لطیف —

شمس الاطباء حکیم مولانا محمد عبدالوہاب خاں قادری رضوی مدظلہ

تقدیم

ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ * حیدرآباد
دارالعلوم احسن البرکات، شاہراہ مفتی محمد خلیل خان

تصانیف حضرت علامہ مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ

اسلام اور عصری ایجادات

نقوش زندہ

سیدنا فاروق اعظم

ملفوظات مشائخ مارہرہ

ثواب زیارت فاتحہ

تحفۂ رجب

ادب پارے

نشری تقریریں

انوار شعبان

مفتی اعظم سندھ

موت سے لحد تک

مقدس رات دن

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ثواب ہی ثواب

تحفۂ برکات

رفیق رسول اکرم

امیر اہلسنت (علامہ سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ)

شادی کے مسائل

خطبات برکات

بریلی کے سات ستارے

تذکرۂ مشائخ مارہرہ



تصانیف

حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی قدس سرہٗ

سنی بہشتی زیور مکمل نو حصے

ہمارا اسلام مکمل نو حصے

سبع سنابل

الصلوٰۃ مجلد

ہماری نماز مجلد

تفسیر سورۂ نور چادر اور چار دیواری

فیصلہ ہفت مسئلہ توضیحات و تشریحات

نور علیٰ نور

حکایاتِ رضویہ

دس عقیدے

روشنی کی طرف

عقائدِ اسلام

مکتبہ نوریہ خلیلیہ * حیدرآباد